

اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ

حضرت

خدیجۃ الکبریٰ ^{رض}

تالیف

نیرندیم

ناشر

نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ، کراچی

14

۲۹۷۹۹ جملہ حقوق طباعت و اشاعت

۲۹۷۹ ن

بحق

۲۷۸۶۷

چوہدری طارق اقبال گاہندی

مالک

نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی محفوظ ہیں،

طبع اول ————— اگست ۱۹۸۲ء

طبع دوم ————— دسمبر ۱۹۸۲ء

آفٹ اپڈیشن



طابع

نفیس اکیڈمی

کراچی

عرض ناشر

از چوہدری طارق اقبال گاہندی

نفیس اکیڈمی تاریخ اسلام اور دین محمدی کی نشر و اشاعت کے لئے بساط بھر جو خدمات انجام دیتی رہی ہے، وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ راقم الحروف کے والد مرحوم نبلہ چوہدری اقبال سلیم گاہندی پر بارش رحمت و انوار کرے جنہوں نے خداوند کریم پر بھروسہ کر کے تقسیم پاکستان و ہند سے پہلے حیدر آباد دکن میں اس ادارے کی بنیاد ڈالی۔ ابھی ادارہ ترقی کی راہ پر گامزن ہی ہوا تھا کہ حالات نے پلٹا کھایا اور بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ آزادی کی نعمت و مسرت میسر ہونے کے باوجود یہ عجیب پر آشوب دور تھا۔ مہاجرین سب یک حال میں تھے۔ نئی زمین، بے زر، بے گھر، بے در، اثاثہ نام خدا، طرح طرح کی مشکلات اور دشواریاں اس پر مستزاد۔ چوہدری صاحب مغفور ہمت ہارنے والے آدمی نہ تھے۔ محنت اور جفاکشی ان کے خمیر میں تھی۔ تجربے اور لگن کی کمی نہ تھی اپنے پیشے اور تجارت میں ان کو جو سوجھ بوجھ اور مہارت حاصل تھی وہ نہ صرف ان کے لئے بہترین اثاثہ تھی۔ بلکہ بہت سے نوآموز اور کم تجربہ ساتھیوں کیلئے بھی شعل راہ بن گئی۔ اللہ کا نام لے کر اور مشکلات پر رفتہ رفتہ قابو پا کر انہوں نے پاکستان میں از سر نو نفیس اکیڈمی قائم کی۔ ان کی نیک نیتی، ایمانداری، محنت اور ذہانت کا ثمرہ ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے اس کا شمار معتبر ترین اور مستند و مشہور اشاعتی اداروں میں ہوتا ہے اور اس کی کتابیں

ہر اچھے کتب خانے کی زینت ہیں۔ چوہدری صاحب کی رحلت کے بعد اس بارگراں کی ذمہ داری راقم الحروف کے ناتواں کاندھوں پر آپڑی۔ میری ہر ممکن کوشش ہے کہ چوہدری صاحب مرحوم نے جو سربز پودا لگایا تھا وہ پھلے پھولے اور تناور درخت بنے اور میں حتی الامکان اس کی آبیاری کروں اور ان کے نیک مشن کی تکمیل ہی میرا نصب العین ہے۔

قبلہ چوہدری صاحب مرحوم کے زمانہ حیات میں ایک ڈی جی کی بہت سی کتابیں چھپی تھیں۔ ان میں اکثر کی مسلسل مانگ ہے۔ حسب ضرورت ان کی مکرر اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ بعض کتابوں کے مسودات ان کی زندگی میں تیار ہو چکے تھے۔ اشاعت زیر غور تھی۔ اب وہ تکمیل کے مراحل میں ہیں۔ کچھ کتابیں مدنیوں پہلے چھپی تھیں اب نادر و کیاب ہیں رفتہ رفتہ ان کی بھی تجدید اشاعت ہوگی۔ مزید برآں مستند و معتبر تاریخی و اسلامی حوالہ جاتی کتب اور تراجم کتب کا بھی ایک جامع و مبسوط منصوبہ بنایا گیا ہے اور تدریجاً اس پر کام شروع ہو چکا ہے۔

بھاری بھر کم کتابوں کے سیٹ اور گراں قیمت کتابوں کے علاوہ اشاعتی منصوبے کی ایک ضروری شق یہ بھی ہے کہ سیرت رسولؐ، اہمیات المؤمنینؓ، اہلبیت اطہارؑ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، بزرگان شریعت و طریقت اور شاہیر اسلام پر سوانح و تذکار کا ایک کتابی سلسلہ شروع کیا جائے جو گیت اپ کے اعتبار سے خوبصورت اور صاف ستھرا اور قیمت کے لحاظ سے عام قارئین کے لئے قابل خرید ہو۔ کتاب کا مواد جامع، مستند اور غیر نزاعی ہو اور زبان عام فہم، سلیس اور دل نشیں ہو۔ اس کتابی سلسلے کا ہدف خواص کے علاوہ عامۃ المسلمین کے مطالعے تک رسائی ہے۔

بحمد اللہ اس سلسلے کا آغاز ہو چکا ہے اس کی پہلی کڑی حضرت عائشہؓ رازمائل خیر آبادی

تھی۔ اور اس ضمن میں دوسری اور زیر نظر کتاب حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہے جسے ہماری فرمائش پر جناب نیرندیم رگراچی ٹیلیوژن سنٹر نے محنت سے تحریر فرمایا ہے۔ ہمارے لئے یہ بات باعثِ سعادت ہے کہ حضرت عائشہؓ کے بعد ہم حضرت خدیجہؓ کی حیاتِ مطہرہ پر ایک ایمان افروز کتاب طبع کر رہے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے فضائل و مناقب حیطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ آپ رسول کریمؐ کی اولین رفیقہ حیات، ان کی مدد و مدد ہیں، ملیکہ العرب، قریشیہ اور امت مسلمہ کی ماں ہیں۔ آنحضرتؐ کا سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا اور جب تک آپ زندہ رہیں حضورؐ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ یہ وہ پاک بی بی ہیں جو رسول مقبولؐ پر سب سے پہلے ایمان لائیں، اس وقت تک مردوں اور عورتوں میں سے کوئی شخص بھی ایمان نہیں لایا تھا۔ آنحضرتؐ کی تمام اولاد سوائے جناب ابراہیمؑ کے حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئی۔

ابتداء میں رسول اکرمؐ کو دعوتِ اسلام کے سلسلے میں جن بے شمار دشواریوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ اس میں حضرت خدیجہؓ کی سبقت و استقامت ایمان، بے مثال خدمت و رفاقت، قربانیاں اور دولتِ کثیرہ کا راہِ خدا میں خرچ ایسی باتیں ہیں جو نہ صرف ان کی شخصیت کا خصوصی امتیاز ہیں بلکہ اس میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں۔ اسی لئے رسول اللہؐ نے حضرت عائشہؓ کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

”وہ (خدیجہؓ) مجھ پر ایمان لائیں جب لوگ میری رسالت کے منکر تھے، اور انہوں نے میری تصدیق کی جب کہ لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور انہوں نے اپنے مال سے میری ہمدردی کی جب کہ لوگوں نے مجھے اپنے مالوں سے محروم رکھا اور ان سے مجھے اللہ نے اولاد نصیب فرمائی جب کہ دوسری عورتیں مجھ سے نکاح کر کے اپنی اولاد کا باپ بنانا گوارا نہیں کرتی تھیں۔“

یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب حضرت خدیجہؓ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ بلاشبہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ جیسی معززہ مقدسہ صابرہ اور وفا شعار بی بی کی حیات پاک تمام مسلمانوں کے لئے اور بالخصوص مسلم خواتین کے لئے ایک مثالی اور قابل تقلید نمونہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی زندگی کے حالات کا ہم، آپ اور سارے مسلمان بغور مطالعہ کریں اور دین و دنیا کی فلاح کے لئے اس کا ہر ممکن اتباع کریں۔

یوں تو سیرت و سوانح کی مختلف کتابوں اور تذکروں میں ام المومنین کے جتنے جتنے حالات و کوائف مل جاتے ہیں اور ہر مسلمان ان سے کسی حد تک واقف ہے لیکن بد قسمتی سے اردو میں چند ایک چھوٹی موٹی اور معمولی درجے کی کتابوں کے کوئی ایک جامع اور باقاعدہ سوانحی کتاب حضرت خدیجہؓ کی شخصیت پر سردست دستیاب نہیں۔ ہمارے خیال میں پیش نظر کتاب اسی ضرورت کو پورا کرنے کی ایک سعی جمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم اس کار خیر اور ذمہ داری سے مقدور و مجاہد عہدہ برار ہوئے۔ کوئی کتاب و تحقیق حرف آخر نہیں ہوتی۔ یہ ایک بشری کوشش ہے لہذا باوجود تمام تر احتیاط کے سہو و خطا کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اختلاف رائے بری بات نہیں لیکن استدعا ہے کہ ازراہ کرم اپنی رائے کو نزاعی یا منفی رنگ نہ دیجئے کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ دوسری گزارش یہ کہ کتاب پڑھنے کے بعد اگر آپ اپنی مثبت رائے یا تعمیری تنقید سے آگاہ کر سکیں تو ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
عرض مولف

اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی ذاتِ بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کا تعارف جب قدم قدم پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادیا ہو اور یہاں تک فرمادیا ہو کہ جب زمانہ تکذیب گزرا تھا تو آپ رسالت کی تصدیق کر رہی تھیں تو ایسی صورت میں زبانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ادا ہونے والے الفاظ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے تعارف کے لئے کافی ہیں۔

ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے غلام کی حیثیت سے دل میں ہمیشہ یہ تڑپ رہی کہ ان برگزیدہ اور محترم شخصیتوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ علم حاصل رہے جن کے بارے میں رسالت مآب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ تعریف و توصیف کے الفاظ ادا کئے ہوں۔ ان محترم شخصیتوں نے اپنی نفی کر کے خدا کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثبات کیا ہے، ان میں جو اسماء ہائے گرامی تاریخ میں محفوظ ہیں ان میں بلاشبہ اور بلا شک جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا نام نامی اہم گرامی مرفہرست ہے۔ آپ نے زندگی نبوت پر نثار کر دی یہی نہیں سورہ کوثر کی تفسیر آپ کی زندگی سے عبارت ہے۔

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا جب سے تاریخ کے صفحات پر ابھری ہیں اسی وقت سے آپ کی زندگی اپنے زمانے کی دیگر ذاتین سے منفرد اور افضل رہی ہے۔ آپ کی فراست نے رسالت کے نور کا مشاہدہ کیا اور ہر مصیبت اور

تکلیف میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوصلے کا سبب بنیں۔ ایک عامی مسلمان کی حیثیت سے مجھے جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی ذات سے وہی عقیدت ہے جو ایک حق شناس کو ہونا چاہیئے۔ میری ہمیشہ یہ خواہش اور تمنا رہی کہ میں جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کروں۔ آپ کی زندگی کے یوں تو لاکھوں بلکہ اُن گنت پر تو ہیں، مگر سخاوت آپ کی طبیعت کا عنصر عظیم تھی۔ آپ کے نقش قدم پر چلنے کی سعی میں مجھے یہ اچھا محسوس نہ ہوا کہ میں آپ کے بارے میں جو معلومات حاصل کروں انہیں اپنی ذات تک محدود رکھوں۔

اس تالیف کے سلسلہ میں تاریخ اور احادیث کی بہت سی کتابوں سے بالواسطہ اور بلاواسطہ استفادہ کا موقع ملا ہے۔ بعض جگہ مورخین اور محدثین نے تاریخی حوالوں سے بیان کیا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت عالم دوم کو پہلے ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن لوگوں کے ذریعہ سے ہوا مجھے ان منازل میں کہیں تسامح اور کہیں غلو آمیز عقیدت کا احساس ہوا۔ تاہم جن حوالوں سے میں نے یہ کتاب تالیف کی ہے اُن کے بیانات میں کسی قسم کی تحریف نہیں کی گئی۔

میں نے حوالوں اور واقعات میں حتی المقدور احتیاط برتی ہے تاہم غلطی اور سہو کے امکانات سے کوئی مبرا نہیں ہے اگر کہیں کوئی سہو یا فروگزاشت ہوئی ہو تو اس کی نشان دہی میرے لئے باعثِ ممنونیت ہوگی۔ عرضداشت اس دعا پر تکمیل کرتا ہوں کہ خواتین ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی سیرت پاک کو سامنے رکھیں اور دین و شریعت کا وہ عمل نمونہ پیش کریں جو اسلام چاہتا ہے جس کی کھوج میں دنیا بھٹک رہی ہے (آمین)

جولائی ۱۹۸۲ء
نیرت دیم۔ کراچی۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

- آپ دنیا کی وہ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے اسلام قبول فرمایا۔
- آپ نے سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق فرمائی۔
- دنیا کی پہلی خاتون ہیں جنہیں حرم رسول میں شرف زوجیت حاصل ہوا۔
- پہلی خاتون ہیں جنہوں نے سب سے پہلے فریضہ نماز ادا کیا۔
- آپ واحد خاتون ہیں جن سے آل محمدؐ اور نسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ جاری ہوا۔
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام عمر آپ کی رفاقت اور ایثار کو یاد فرمایا۔
- آپ اسلام کی بہت بڑی محسنہ ہیں۔
- آپ وہ ہستی ہیں جنہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفرت فرمائی۔
- آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی ساری دولت

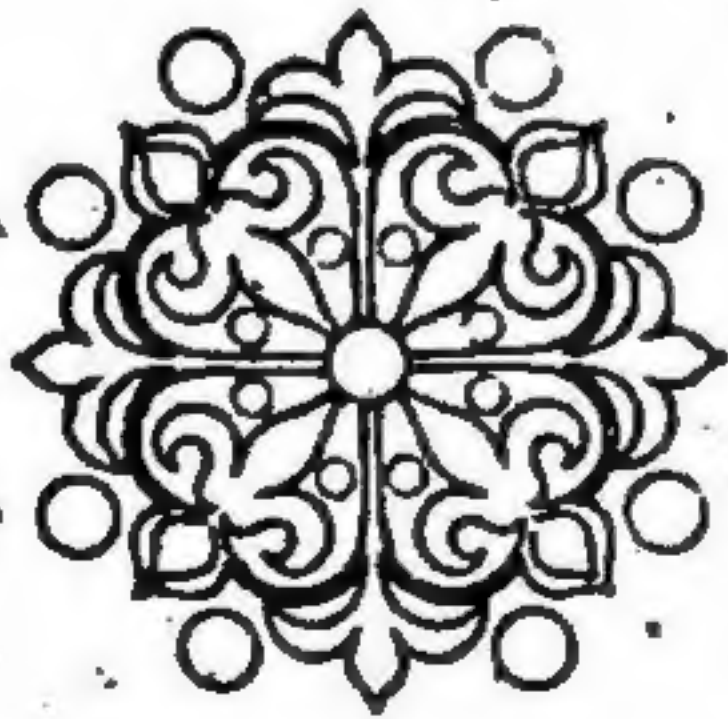
پنجاور کردی

○ جب تک آپؐ زندہ رہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔

○ آپؐ امہات المؤمنین میں وہ واحد ہستی ہیں جن سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر ام المؤمنین حضرت عائشہؓ رشک و سراقتی تھیں۔

○ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے دو حقین اور متعلقین تک سے شفیقانہ سلوک فرماتے تھے۔

○ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے سال وفات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام الحزن و غم کا سال قرار دیا۔



عرفان تہذیب اور تصدیق

پورے شہر میں چھ میگوئیوں اور حیرت آمیز سرگوشیاں ہونے لگیں۔ ان چھ میگوئیوں اور سرگوشیوں میں منفی پہلو کوئی نہیں تھا۔ البتہ لوگ یہ خبر سن کر بہت حیران تھے کہ ایسی خاتون جس نے بڑے سے بڑے رئیس اور امیر سے امیر تاج سر کے پیغام کو مسترد کر دیا۔ ایک غریب اور سادہ سے لوجہان سے شادی پر تیار ہے۔

یہ سرگوشیاں شہر کی مختلف محفلوں سے ہوتی ہوئی اس خاتون کے عالی شان مکان تک بھی پہنچ گئی تھیں۔ ایک سہیلی نے بہت رازدارانہ انداز میں کہا۔

”میں نے یہ کیا سنا ہے!“

”کیا۔ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے کیا؟“

”اسے غلطی سمجھو تو غلطی ہے، ہر صورت تمہاری دولت، تمہارا عالی شان گھر، حسب نسب، تمہارے مال تجارت سے لے ہوئے اونٹ، ان سب کی موجودگی میں شہر کے امیروں اور رئیسوں سے کسی کا انتخاب کر لیتیں۔“

ایک اور سہیلی نے کہا

”تم چاہو تو اس پاس سے کوئی بلند پایہ رشتہ مل جائے۔“
ایک سہیلی تو بہت دور کی کوڑی لائی۔

”تم نے انتخاب بھی ایسے نوجوان کا کیا ہے جس کے ماں باپ اس
دنیلے رخصت ہو چکے ہیں اور وہ خود اپنے چچا کی زیر کفالت ہے۔“
جب سب سہیلیوں کی گفتگو ہو چکی تو خاتون نے بہت ملائمت
اور نرمی سے کہا۔

”دولت کا کیا ہے، آج ہے کل نہیں رہے گی۔ عالی شان مکانوں
کی زندگی کیا ہے! لمحوں کی زندگی ہے۔ یہ سب اسیرِ خاوند تو دلا سکتی ہیں
مگر ایسا شخص جس نے کسی آلودگی میں اپنا دامن تر نہ کیا ہو اور جس کی
ہدایت اور پاکبازی کی قسم اس کے دشمن بھی کھاتے ہوں، کیا میرا تمام مال
دولت اس کا بدل ہو سکتا ہے؟“

سہیلیاں خاموشی سے ہم تن گوش تھیں۔

”وہ شخص جسے تم غریب اور بے یار و مددگار سمجھتی ہو اس خاندان
سے تعلق رکھتا ہے جس خاندان کے ہم حلیف رہے ہیں۔ وہ بنو عبد مناف
کا ستارہ ہے اور میں بنو عبد العزیٰ سے تعلق رکھتی ہوں۔ ہمارے خاندان
نے ہمیشہ بنو عبد مناف کا ساتھ دیا ہے۔“

سہیلیوں کو یقین ہوتا جا رہا تھا کہ ان کی سہیلی نے جو فیصلہ کیا ہے
وہ سچی اور سرسری نہیں ہے۔ انہیں نظر آ رہا تھا کہ اس فیصلے میں جذباتیت
نہیں بلکہ شعوری استدلال شامل ہے۔

تم لوگ اس شخص کو صرف ظاہری طور سے جانتی ہو۔ معلوم ہے کہ وہ جب میرا مال تجارت لے کر گیا تو اس نے سب سے زیادہ نفع دیا۔ میرا غلام میسرہ ہمراہ تھا۔ اُس نے جو کچھ دیکھا وہ تمہیں متحیر کر دے گا۔
 ”کوئی معجزہ، کرشمہ؟“

”ایک معجزہ ہو تو کہوں، اُس شخص کی دیانت، اخلاق، شرافت، امانت کی تو دنیا قسم کھاتی ہے۔ یہ اُس کی ذات کے ناقابل تردید معجزے ہیں۔ میسرہ کا کہنا ہے سفر تجارت کے دوران کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو اخلاقی کمزوری میں شمار ہو۔ نہ راستے میں، نہ کاروبار کے وقت اور نہ سہوا کسی بہت کی قسم ان ہونٹوں سے سنی گئی۔“

”تم نے اتنی ساری تعریفیں کر دی ہیں کہ مجھے تمہاری قریبی سہیلی ہونے کے ناٹے اس بارے میں کچھ نہ کچھ کرنے کی ضرورت ہی ہے۔“ ایک سہیلی نفیسہ بنت منبتہ اس تمام گفتگو کا لب لباب سمجھ چکی تھی۔

”ابھی ایک بات اور سن لو۔ یہ جو تم میں سے ایک نے کہا ہے کہ اُن کے والدین نہیں ہیں اور ایک چچا کی کفالت میں ہیں تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا چچا تو قابل رشک ہے۔ وہ انہیں اپنے فرزندوں سے زیادہ چاہتا ہے۔ اس دنت تک دسترخوان پر ایک نوالہ کسی کو نہیں کھانے دیتا جب تک کہ اپنے بھتیجے کو نہ کھلا دے۔ اپنے بھتیجے کی جان کی حفاظت کے لئے اُن کے بستر پر اپنے بچوں کو سلا دیتا ہے۔“

نفیسہ نے کہا: ”کھٹیک ہے۔ میں تمہاری ایک ایک بات کا

مطلب سمجھ گئی۔ ایسا لگتا ہے کہ تم نے اپنے پہلے دو شوہروں کی وفات کے بعد تنہا رہنے کا جو ارادہ کیا تھا تم اس پر اب اصرار نہیں کر رہی ہو۔
 ”ہاں۔ تم ٹھیک ہی سمجھی ہو۔ میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ ان میں مجھے اس خواب کی تعبیر نظر آتی ہے۔“

”خواب — مگر خوابوں کی باتیں جیتی جاگتی زندگی میں کہاں سچ نکلتی ہیں۔“

”میرا خواب سچا ہے۔ میں اپنے عم زاد سبھائی ورقہ بن نوفل سے پوچھ چکی ہوں۔ اس کے معتبر ہونے میں کسی کو شک نہیں ہے۔“
 ”خدیجہ! خواب کیا تھا اور تعبیر کیا ہے۔ تم نے تو ہمیں سچ سچ حیرت کے سمندر میں دھکیل دیا ہے۔“ ایک سہیلی نے دریافت کیا۔
 ”میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سورج آسمان سے میرے گھر میں اتر آیا ہے اور سارا شہر اس کے نور سے جگمگا اٹھا ہے۔ ورقہ نے بتایا ہے کہ میری شادی ایسے شخص سے ہوگی جو صاحبِ نبوت ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ نوجوان ہی وہ سورج ہے۔ میرے دل میں کوئی آہستہ سے سرگوشی کرتا ہے۔“ خدیجہ خوش نصیبی کے اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔“

سہیلیاں تو رخصت ہو گئیں۔ مگر اس گفتگو نے اس عالی شان

لے خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا۔ از: ثبیین تونسق مصری۔

مکان میں روشنی اور خوشبو بکھیر دی۔ یہ مکان مکہ کا بہت معروف مکان تھا۔ اس تجارتی شہر میں یوں تو اور بھی امیر تاجر تھے جن کے قافلے دور دراز کے شہروں کو مال لے جاتے تھے اور دولت کما کر لاتے تھے۔ مگر اس گھر کی شان نہالی تھی۔ یہاں سے جو تجارتی قافلہ روانہ ہوتا تھا اسے دیکھ کر اہل مکہ رشک کرتے تھے۔ کچھ لوگ حسد کی آگ میں بھی ضرور جلتے ہوں گے مگر حسدوں کی کبھی یہ سمیت نہیں ہوتی تھی کہ وہ اپنے دل کی آگ اپنے ہونٹوں تک لائیں۔ جب تجارتی قافلہ لوٹ کر آتا تو دولت دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی تھیں۔ یہ گھر خدیجہ بنت خویلد کا گھر تھا۔

جناب خدیجہ بنت خویلد جس عہد

میں زندگی بسر کر رہی تھیں وہ

خدیجہ کی تجارت

جاہلیت کا زمانہ تھا۔ جس قدر اخلاقی اور سماجی برائیاں ممکن ہیں وہ سب پورے عرب میں عام تھیں۔ مکہ تجارتی مرکز ہونے کے باعث دولت اور ثروت کا مرکز بھی تھا۔ اس لئے خُسابیوں نے اس شہر کو کچھ زیادہ ہی اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ اس اخلاقی انحطاط کے زمانے میں جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا اپنے صن کردار اور نیک سیرتی کی بناء پر معروف تھیں۔ تجارت میں انہوں نے کبھی جھوٹ اور مکر و فریب سے نفع نہیں کمایا تھا۔ ان کی ایمان داری اور شرافت پر لوگوں کو یقین تھا۔ تجارتی لین دین کرنے میں یا سامان تجارت دوسرے شہروں تک لائے جانے

میں کوئی شخص پس و پیش نہیں کرتا تھا۔ سب لوگ جانتے تھے کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا معاوضے اور اجرت کی ادائیگی میں کھری اور سچی ہیں۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نفع میں لوگوں کو شریک بنا کر تجارتی قافلے بھیجتی تھیں۔ لیکن اُن کی نگاہ بھی ایسے لوگوں پر پڑتی تھی جو نیک طینت اور پارسا ہوتے تھے۔ وہ خود ایماندار تھیں اس لئے ایمان داری اُن کے نزدیک محبوب و صفت تھا۔ وہ تجارت میں ایچ پیج کی سخت مخالف تھیں اس لئے انہیں وہی لوگ پسند آتے تھے جو تجارت کو شریفانہ ذریعہ آمدنی تصور کرتے ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ جناب ابو طالب کے بھتیجے کی امانت اور دیانت کا حال سن کر ان کے دل میں تمنّا پیدا ہوئی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تجارتی قافلے جانے کی خواہش کریں۔

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے اپنا مال تجارت خوشی خوشی جناب ابو طالب کے بھتیجے کے سپرد کر دیا۔ ابو طالب کے بھتیجے کی خوبیاں اور اوصاف حمیدہ تو مکہ کا بچہ بچہ جانتا تھا۔ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے کان ان تعریفوں سے خوب واقف تھے۔ مگر تجارتی معاملت نے جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو مزید معترف کر دیا۔ اُن کے غلام میسرہ نے سفر تجارت کا نقشہ کھینچا اس نے جناب

۱۸ سیرت ابن ہشام حصہ اول ترجمہ مولانا عبد الجلیل صدیقی صفحہ ۱۸۱
 ۱۹ "نقوش سیرت" حصہ اول از ڈاکٹر طہ حسین مترجم حافظ رشید احمد ارشد مطبوعہ نفس الہی
 کراچی صفحہ ۴۴

خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو باور کرا دیا کہ ابو طالب کا بھتیجا کوئی عام شخص نہیں ہے بلکہ نوع انسانی میں ایسا انسان ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر صرف پچیس برس تھی۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت بھی نہیں کیا تھا۔ یہ شرف تاریخ اسلام میں سب سے پہلے صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو حاصل ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا اعتراف قلبی بھی کیا اور اس پر یقین بھی کیا۔ ان کے یقین کا ثبوت حفاظت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر استقلال سے رہنا ہے۔ خود حضور کا جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے اس یقین کے بارے میں واضح ترین قول موجود ہے۔ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے ذکر پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:۔

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہر وقت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا ذکر کیوں کرتے ہیں وہ ایک بوڑھی اور بیوہ عورت تھیں۔ خدا نے ان کے بدلے ان سے بہتر بیوی آپ کو دی۔“

یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

”مسلمانوں کی مائیں“۔ از رازق الخیری طباعت ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۵۰

”عائشہ! ایسی بات مت کہو۔ خریجہ نے اس وقت میری نصیحت کی جب تمام قوم میری تکذیب کے درپے تھی۔ وہ اس وقت مجھ پر ایسا نالائی جب تمام لوگوں نے میری باتیں سننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے اس وقت مجھ پر اپنا مال خرچ کیا جب کوئی شخص مجھے ایک درہم بھی دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف اسی کے ذریعہ اولاد عطا فرمائی۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس واضح ارشاد کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی عظمت اور احترام کے جواز کے لئے کسی اور شے کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بارے میں ہر تاریخ صاف طور سے بیان کرتی ہے کہ وہ مکہ کی امیر ترین خاتون تھیں۔ ان کی تمام دولت شجر اسلام کی آبپاری پر صرف ہو گئی۔ جب کفار مکہ نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے رفقاء کا بائیکاٹ کیا تو شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور رہنے کے دوران جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی دولت ختم ہو گئی۔ یہی نہیں جناب ابوطالب کی جمع پونجی بھی اسی دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کی عظمت قائم رکھنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کی صداقت کے تحفظ میں صرف ہوئی۔ جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے اہل اسلام کی ہر ممکن مدد فرمائی۔ پہلی ہجرت کے دوران مسلمانوں

کی اعانت جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے مال سے ہوئی۔ جب نماز
 فرض ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ با وضو ہو کر نماز
 پڑھنے کی سعادت جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو حاصل ہوئی۔
 یا پھر حضرت علی علیہ السلام اس سعادت سے پہرہ مند ہو گئے تھے۔ جناب
 خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی تمام عظمتوں میں سب سے افضل شرف
 وہی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی
 ”خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے اس وقت میری تصدیق کی
 جب تمام قوم میری تکذیب کے دریچے تھی۔“

رسالت کی تصدیق میں تقدیم الین
 ایسا شرف ہے جس کا اعزاز صرف

نشادی کی پیش رفت

اور صرف جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو حاصل رہا ہے۔ جناب
 خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا جو
 ارادہ فرمایا وہ اسی جذبے کی ایک مثال ہے۔ وہ اپنے اس
 ارادہ میں اس قدر رنجت کھیں کہ انہوں نے ہر اعتراف کو پس پشت
 ڈال دیا۔ اور اپنی بہترین سہیلی نفیسہ کو اس ضمن میں معاون بنایا۔
 بعض روایات میں نفیسہ کو رشتہ کی بہن اور بعض میں کنیز بھی بتایا

لہ و سہ طبری جلد اول دارد و ترجمہ نفیسہ اکیڈمی کراچی صفحہ ۸۳
 سیرت ابن ہشام جلد اول مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی صفحہ ۲۳۶ مطبوعہ ۱۹۶۶ء

گیا ہے۔

نقیسہ بنت منبہ اس شادی میں پہنچا مبر نہیں۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا۔

”میں آپ کو ایک ایسی خاتون بتاؤں جو ہر لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معیار کے مطابق ہو۔“

یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معلوم کیا۔

”ایسی کون سی عورت ہے؟“

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ ”خدیجہ“ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیرانی ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال تھا کہ شاید حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا راضی نہ ہوں۔ نفیسہ کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی رضامندی تو موجود تھی: حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا ان لوگوں میں سے تھیں جو ایک نبی کی آمد کے منتظر تھیں۔ آپ اس دور پر آشوب میں بھی اپنی پاک بازی اور نیک میرت کی بناء پر طاہرہ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ قبل از اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے نکاح سے پہلے بھی جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا اہل مکہ کے نزدیک محترم، معزز اور حسب نسب میں اعلیٰ سمجھی جاتی تھیں۔ دولت مندی میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا۔

اسلام کی تبلیغ کا آغاز ہوا تو انہوں نے دولت اپنے پیارے شوہر کی نذر کر دی۔ اپنے جذبہ ایمانی کی بدولت اور اپنے شوہر کے طفیل انہیں رہتی دنیا تک برگزیدہ مقام حاصل ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حبشہ کی معرفت جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو سلام کہا ہے۔

سید کرار حسین واعظ اپنی کتاب ملیکۃ العرب میں لکھتے ہیں کہ شرافت، کرامت، خیر و برکت، فضل و شرف، امارت و سیادت میں یہ خاندان حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کا خاندان پورے عرب میں مشہور و معروف تھا۔

جناب واعظ نے لکھا ہے کہ کفار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہائش مبارکہ پر پتھر پھینک رہے تھے تو آپ نے فرمایا۔

”اے قریش تمہیں شرم محسوس نہیں ہوتی کہ تم اپنی نجیب ترین عورت کے گھر پتھر پھینک رہے ہو۔ آپ کا یہ ارشاد حالی حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی خاندانی وجاہت اور ان کی طاہرانہ شخصیت کے لئے ایسی عظیم دلیل ہے کہ جس کے بعد مزید کسی دلیل یا تاریخی حوالے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاسکتی۔

لہ مشکوٰۃ شریف، باب مناقب از داج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصل اول

حدیث ۵۹۲۲/۲

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
رشتہ نکاح میں آنے سے قبل بھی عرب کی ایک ایسی خاتون تھیں جن کی پاکبازی
شرافت، غربا پروری اور نیکی زبان زد خاص و عام تھی۔ اہل عرب انہیں
طاہرہ اور "سیدہ قریش" کے نام سے پکارتے تھے لہ
ملیکۃ العرب نامی تصنیف میں استیعاب کے حوالے سے یہ روایت
درج ہے۔

قال زبیر کانت تدعی فی الجاہلیۃ الطاہرہ
زبیر کہتے ہیں کہ دور جاہلیت میں بھی خدیجۃ الکبریٰ طاہرہ کے لقب
سے پکاری جاتی تھیں،

لہ ملیکۃ العرب اور کریمین واعظ صفحہ ۱۰۸



پہلا
تکاحِ مسنون

پہلا نکاح مستون

یہ واقعہ ہی ایسا تھا کہ لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے بہت سے رؤساء اور امراء کی پیشکشوں کو ٹھکرا دیا تھا۔ انہیں کوئی شخص ایسا نظر نہ آیا تھا جسے وہ اپنے معیارِ شرافت کے مساوی قرار دیتیں۔ بلکہ کے لوگ جان چکے تھے کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو شادی کی پیشکش بالکل بے کار ہے۔ کچھ لوگ اُن کی دولت دیکھ کر شادی کے خواستگار تھے۔ کچھ لوگ اُن کے حسب نسب سے اپنا رشتہ استوار کرنا چاہتے تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو اُن کی شرافت دیکھ کر شادی کے خواہش مند تھے، لیکن خدائے تعالیٰ اُن کی بزرگی اور برتری اور جود و سخا کے بدلے میں انہیں اپنے محبوب کے لئے منتخب کر چکا تھا۔ خدا کے اس انتخاب میں دنیا کی کوئی طاقت غلط اندازہ نہیں ہو سکتی تھی۔

اللہ کی مشیت اپنے محبوب بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقار کو بھی مجبور نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ اگر جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شادی کی خواستکاری کرتے تو اس کا امکان تھا کہ آپ کے دشمن آپ

پر یہ الزام لگاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی امارت کی بنیاد پر رشتہ مان لگا لیکن خدائے تعالیٰ نے ایسے انتظامات کیے کہ مخالفین شدید دشمنی کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایسا الزام نہ لگا سکے۔ یہ تمنا خدائے قدوس نے پہلے جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے دل میں پیدا کی۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے اس خواہش کا اظہار اپنی سہیلی نفیسہ سے کیا اور یوں یہ رشتہ بحسن و خوبی طے پا گیا۔ اہل مکہ اس بات پر حیرت زدہ تھے۔ انہیں یہ دونوں باتیں عجیب و غریب لگ رہی تھیں، ایک تو جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا شادی پر تیار ہو جانا اور وہ بھی مکہ کے ایسے نوجوان سے جسے اہل مکہ نے بکریاں چراتے اور خود جناب خدیجۃ الکبریٰ کا مال تجارت لے جاتے دیکھا تھا۔

اس نکاح کی خبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز و اقارب اور جناب خدیجۃ الکبریٰ کے رشتہ داروں ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ یہ اپنی نوعیت کی ایسی خبر تھی کہ دوسرے قبیلے بھی اسے سن کر لے اڑے کسی نے کہا۔

”کمال ہو گیا۔ یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔“

کوئی بولا۔ ”کہاں جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا جیسی امیر خاتون اور کہاں بکریاں چراتے والا بچپیس سال کا نوجوان اور وہ بھی

اپنے چچا ابوطالب کے زیرِ کفالت۔

اس قسم کی باتیں لوگ کرتے تھے۔ مگر ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے اس قسم کی باتوں کو کم و بیش وہی کچھ کہہ کر رد کیا جو جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے اپنی سہیلیوں کے اعتراضات رد کرنے کے سلسلہ میں کیا تھا۔ ایک معمر قریشی نے کہا۔

”تم اس قسم کی باتیں بنا کر اپنی بے وقوفی کا ثبوت دے رہے ہو۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبدالمطلب کے پوتے ہیں۔ ان کے والد اور ان کے چچا ابوطالب ایک ہی ماں کے لہن سے ہیں۔ اُن کا لقب الامین ہے۔ خدیجہ بنت خویلد کو اس سے اچھا رشتہ نہیں مل سکتا۔ اور تم لوگ جو بار بار حیران ہوتے ہو اس کی کوئی ٹیگ میسری سمجھ میں نہیں آتی۔“

اس قسم کے مسترد کر دینے والے جوابات نے لوگوں کی زبانیں بند کر دیں۔ لوگ خوب سمجھتے تھے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد مرحوم حضرت عبداللہ اور جناب ابوطالب ایک ہی ماں کے لہن سے ہیں اور ابوطالب اپنے بھتیجے سے اپنے سرزندوں سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ اس محبت کے ثبوت کے ایک ایک شخص پر آشکار تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو سال کی عمر کے تھے کہ شام کے ایک راہب بحیرانے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پیش گوئی کر دی تھی۔ سب لوگ جانتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی لہو لعب کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ آپ کی شرافت سارے مکے پر اس طرح عیاں تھی جیسے سورج کی روشنی ہو۔

نکاح کا خطبہ

شادی طے ہو گئی۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے قبیلہ مضر کے تمام سردار موجود تھے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو جناب ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ یہ خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع ہوا اور اس کا اختتام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف پر ہوا۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ خطبہ نکاح حمد اور نعت کا خوب صورت ترین امتزاج تھا۔ پورے خطبہ میں بت پرستی کا شائبہ برابر ماثر نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر کبیری ہوئی ہے۔ خطبہ یوں شروع ہوا۔

۱؎ ابوطالب مومن قریش" از علامہ عبداللہ عینی مترجم حیدر جواد کراروی اور تاریخ ابن خلدون حصہ اول مطبوعہ نفیس اکیڈمی صفحہ ۳۶ (اردو ترجمہ)

الحمد لله الذي جعلنا من ذرية ابراهيم وذرع
اسماعيل وضلطي معد وعنصر مضر وجعلنا خصته بيته
ونسواس حرمه وجعل لنا بيتا محجورا وحرمنا منا وجعلنا
حكاما للناس ثمران ابن اخي هذا محمد بن عبد الله لا
يوزن رجل الدرج به شرفا وعلة وفضلا وعقل فان
كان في المال قل فان المال ظل زائد وامر حائل وعارية
متر حقه ومحمد قد عرفتم قرابته وقد خطب
خديجه بنت عمويلد وبذل لها ما آحله وفا جاء
كذوهو الله بعد هذا له بناء عظيم وخطر جليل
جسيم

”میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے ہمیں ابراہیم کی نسل اور
اسماعیل کی اولاد ہونے کی عزت بخشی، جس نے ہمیں قبیلہ مضر جیسے ممتاز
اور معزز قبیلے کا سر بنایا، جس نے ہمیں اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے
حرم کا محافظ مقرر کیا۔ حرم و کعبہ ہمارے حوالے کر کے ہمیں تمام لوگوں کا
حاکم بنایا۔ یاد رکھو میرا بھتیجا محمد ابن عبد اللہ شرف و نجابت فضل
و عقل کے اعتبار سے تمام دنیا سے افضل ہے۔ اگرچہ اس کا دامن مال
دنیا سے خالی ہے، لیکن مال ہے کیا۔ مال تو ڈھلتی چھاؤں ہے۔ ایک
پلٹا کھاتی ہوئی شے ہے۔ ایک واپس ہونے والی رعایت ہے۔ تم لوگ
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت سے واقف ہو۔ اب انہوں نے خدیجہ

بنتِ خویلد کو پیغام دیا ہے۔ میں اپنے بھتیجے کا نکاح خدیجہ بنتِ خویلد سے کرتا ہوں۔ یاد رکھو محمد بڑا اور جلیل القدر انسان ہے۔

جناب ابو طالب نے اس خطبے کے در یونہ صرف اپنے بھتیجے کی عظمت کا اعلان کیا بلکہ اپنے عقائد کے لئے ابھی ثبوت فراہم کر دیا۔ ان کے خطبے میں بتا دیا کہ وہ لفظ اللہ کا ادراک رکھتے ہیں۔ ذریتِ ابراہیم اور اسماعیل کی بزرگی کے قائل ہیں۔ حرمِ کعبہ کے تقدس کا عرفان رکھتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اپنے بھتیجے کی عظمت اور بزرگی کے معترف ہیں۔ انہوں نے بڑے واضح الفاظ میں بتا دیا کہ ان کے نزدیک مال اور دولت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ دولت و ثروت کو وصف نہیں سمجھتے بلکہ شرافت کو اعلیٰ صفت گردانتے ہیں۔

جناب ابو طالب اپنے بھتیجے کے ولی کی حیثیت سے خطبہ ادا کر رہے تھے۔ اس خطبے کے جاہ و جلال اور طرزِ خطابت سے تاریخ کے اس مقدمے پر ایمان آتا ہے کہ عرب فصیح و بلیغ مزاج رکھتے تھے۔ عموماً تاریخ کے طالب علم کے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ کیا جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی جانب سے کوئی فاضل و عالم شخص وہاں موجود نہیں تھا۔ کیا صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولی کی حیثیت سے جناب ابو طالب کے خطبہ نکاح نے معاملہ طے کر دیا تو ایسا نہیں ہے۔

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی جانب سے ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے۔

”خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں یہ بلذری اور سرسرازی عطا کی ہے۔ اے ابوطالب، بلاشبہ خدا نے تمہیں وہ شرف عطا فرمایا ہے جس کا تم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ تمہیں فضیلت اور بزرگی حاصل ہے۔ تمہارے خاندان کی برتری اور نجابت سے کسی کو انکار ممکن نہیں ہے۔ کوئی تمہارے فخر و امتیاز کی تکذیب نہیں کر سکتا۔ ہماری تمنا ہے کہ تم سے رشتہ قائم ہو جائے تاکہ ہم بھی اس شرف کے حصہ دار بن سکیں۔“

اس گواہی سے حضرت ابوطالب اور ورقہ بن نوفل کے نام تاریخ میں محفوظ ہو گئے ہیں۔ جناب ابوطالب اور ورقہ بن نوفل اس نکاح سے تاریخ اسلام میں زرخیز ہو گئے ہیں۔ آئیے جناب ابوطالب سے پہلے ورقہ بن نوفل کے بارے میں تاریخی حقائق معلوم کر لیں۔

ورقہ بن نوفل جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے چچا زاد بھائی

ورقہ بن نوفل

فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ از: رئیس احمد جعفری صفحہ ۴۰

تھے۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے والد کا نام خویلد ہے۔
اور دادا کا نام اسد ہے۔ اُن کے دادا اسد کے پانچ بیٹے تھے۔
مطلب، خویلد، نوفل، عارت اور عمرو۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ
سلام اللہ علیہا کے حقیقی چچا نوفل کے بیٹے ورقہ تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب خدیجۃ الکبریٰ
سلام اللہ علیہا کے نکاح کے وقت جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ
علیہا کے والد انتقال کر چکے تھے۔ اس پر مسرت تقریب کے
موقع پر اُن کے حقیقی رشتہ داروں میں ان کے چچا عمرو
بن اسد اور عم زاد سہائی ورقہ موجود تھے۔ عمرو بن اسد
نے اس موقع پر اپنی دلی مسرت اور خوشی کا اظہار بھی کیا تھا۔
ورقہ بن نوفل بت پرستی کے عہد میں بھی خدا کے قائل
تھے اور خدا کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اُن کا ایمان تھا کہ بہت
جلد ایک نبی مبعوث ہوگا جو سب لوگوں کو حق کی طرف
دعوت دے گا اور تمام باطل عقائد کو مسترد کر دے گا۔ یہی
یقین تھا کہ آنے والا نبی بت پرستی اور شرک کو مٹا کر دم
لے گا۔ وہ ایک نبی کے منظر میں تھے اور یہ تمام باتیں اس گفتگو
سے ثابت ہیں جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے بارے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے کی
تھیں۔

ورقہ بن نوفل اپنے زمانے کے باہمت اور مخلص شخص تھے۔ وہ قریش کی محفلوں میں شریک ہوتے تھے اور نیکی اور سہلائی کے امور میں اہل قریش کے ہمراہ رہتے تھے۔ لیکن وہ اُن کی جاہلانہ باتوں اور بہت پرستی سے سخت گریزاں تھے۔ وہ بہت پرستی کو سنت ناپسند کرتے تھے اور قریش کو گمراہ سمجھتے تھے۔ اُن کے دل میں حق کی تلاش کا جذبہ موجزن تھا۔ انہیں قریش کی گمراہ کن رسموں اور عقائد پر دُکھ ہوتا تھا۔ وہ ان کی اصلاح کی بہت تو نہیں کر سکتے تھے مگر اس بات پر انہیں کلی اختیار تھا کہ وہ حق کے راستے کو اپنانے کی کوشش کریں۔ اسی جستجو اور تلاش میں وہ بلادِ روم بھی گئے تھے۔ سچے دین کی تلاش میں وہ راہبوں سے ملے اور آخر کار انہوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔ جو اعلانِ اسلام سے پہلے اہل حق کا مسلک تھا۔

عیسائیت کے پیرو ہونے کے باوجود انہیں اپنے ہم قوموں سے محبت تھی۔ وہ بلادِ روم سے مکے واپس آئے۔ ورقہ بن نوفل اپنے عقائد کی ادائیگی میں مصروف رہتے۔ وہ اہل قریش کے عقائد سے راضی تو نہیں تھے مگر اہل قریش کو ناراض کرنے کا حوصلہ نہیں تھا اس لئے اُن کے عقائد پر تبصرہ اور تنقید کرنے سے گریز کرتے تھے۔ قریش میں اُن کی بہت عزت تھی

عموماً لوگ اُن کے مشورے کو صائب اور درست تسلیم کرتے تھے۔
جناب خدیجۃ الکبریٰ نے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
پیغام بھیجنے سے قبل ورقہ بن نوفل سے مشورہ کیا تھا۔

ورقہ بن نوفل کے صائب الرائے ہونے پر نہ صرف اُن کے
اہل فاندان کو یقین تھا بلکہ تمام اہل مکہ اُن سے اختلاف
عقائد کے باوجود ایک گونہ محبت رکھتے تھے۔ وہ مکہ میں سب
سے بڑے عالم سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے حق کا راستہ ڈھونڈنے
میں دوسرے مذاہب کے عالموں سے بھی ملاقاتیں کی تھیں۔
اور اُن کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ جب حضرت خدیجۃ
الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے شادی کے بارے میں رائے مانگی تو
انہوں نے کہا کہ

”میں عرصے سے اس بات کا انتظار کر رہا ہوں کہ وہ نبی کب
آئے گا جو باطل کو مٹائے گا۔ کتابوں میں جو نشانیاں بتائی گئی
ہیں اُن میں تمکے کا ذکر ہے۔ اور عیسائی عالموں کے مطابق اس
نبی کا ظہور قریب ہے۔ اب جب مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم ابن عبد اللہ کا حال معلوم ہوا ہے تو میں یقین سے
کہہ سکتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھے وہ نشانیاں

نقوش سیرت حصہ اول از ابیہ حسین مترجم حافظ ارشد مطبوعہ نفیس کٹیڈی صفحہ ۵

صاف طور سے نظر آتی ہیں۔ مجھے اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہوں گے۔ مگر مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ وقت کب آئے گا۔

اس موقع پر ورقہ بن نوفل نے صرت پیشین گوئیوں کا ہی تذکرہ نہیں کیا بلکہ اپنی چچیری بہن خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے اس خواہش کا بھی اظہار کیا تھا کہ

”کہیں جب اپنے اس مقصد میں کامیابی ہو جائے تو مجھے اطلاع ضرور دینا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں میرا بھی کچھ دخل رہے۔“

یہ ورقہ بن نوفل ہی تھے جنہوں نے جناب خدیجۃ الکبریٰ کے خواب کی تعبیر بیان کی تھی۔ خواب میں جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے سورج کو اپنے گھر میں اترتے اور اس کی روشنی سے ملک کی دادیوں اور گھروں کو پُر نور ہوتے دیکھا تھا۔ ورقہ بن نوفل نے اس کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا تھا۔

”خدیجہ یہ خواب بہت مبارک ہے۔ عنقریب تمہاری شادی ایک ایسے شخص سے ہوگی جسے اللہ تعالیٰ نبوت سے سرفراز کرے گا۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان

رسالت سے قبل ورقہ بن نوفل انتقال کر گئے تھے۔ مگر محمد ہاشم ٹھٹھوی نے لکھا ہے کہ ورقہ بن نوفل مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ان کا انتقال ۴ نبوت کو مکہ میں ہوا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ورقہ بن نوفل سے بہت محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی شخص ورقہ بن نوفل کو بُرا نہیں کہہ سکتا تھا۔ ورقہ بن نوفل کے انتقال کے بعد جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔
”ورقہ کس حال میں ہیں؟“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے انہیں بہشت میں داخل فرمایا ہے۔ کیونکہ میں نے انہیں سفیر کپڑوں میں دیکھا ہے۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو اس زمانے میں ورقہ بن نوفل بقیہ حیات تھے۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس ضمن میں گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

۱؎ ”نبوت کے ماہ و سال“۔ محمد ہاشم ٹھٹھوی۔ ۴ نبوت کے حالات سے۔
۲؎ ”خدیجہ“ از ثبیتہ توفیق مصری۔

”آپ پر روح القدس نازل ہوئے تھے جو موسیٰ بن عمران پر بھی
نازل ہوئے تھے۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب
آپ کی قوم آپ کو نقل مکانی پر مجبور کر دے گی۔ اگر میں اس وقت
تک زندہ رہا تو آپ کی مدد ضرور کروں گا۔“

ورقہ بن نوفل نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے
نکاح کے موقع پر جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی جانب
سے تقریر کی تھی۔ اس خوشی کے موقع پر اصل خطبہ جس شخصیت
نے دیا تھا وہ ابوطالب کی ذات تھی۔ ضروری ہے کہ اس شخصیت
کی تاریخی حیثیت اور مقام سے بھی آگاہی حاصل ہو جائے۔
تاکہ معلوم ہو سکے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح
قبل از نبوت بھی ایک ایسا اہم اور بلند ترین موقع تھا جس کے
لئے ہرگزیدہ اور شرک سے مبرا افراد پیش پیش تھے۔

ابوطالب

جناب ابوطالب کے والد کا اسم گرامی حضرت عبدالمطلب
ہے۔ جناب عبدالمطلب کے بارے میں یہ واقعہ مشہور اور
مصدقہ ہے کہ ایک بار اہرم اپنا لشکر لے کر کعبہ مکرمہ پر چڑھ
دوڑا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس مقدس عمارت کو منہدم کر دے۔
اُس نے جناب عبدالمطلب کے اونٹوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ آپ اہرم

سے اپنے اونٹوں کا مطالبہ کرنے گئے تو اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

”تمہیں اپنے اونٹوں کی اس درجہ فکر ہے اور اس گھر کی ذرا فکر نہیں ہے جسے تم مقدس ترین مکان قرار دیتے ہو۔“
 جناب عبدالمطلب نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔
 ”میں اونٹوں کا مالک ہوں، مجھے ان کی فکر ہے جو اس گھر کا مالک ہے وہ اس گھر کی حفاظت خود کرے گا۔“

جناب عبدالمطلب کو اپنے بیٹے جناب عبداللہ سے بے حد محبت تھی یہ جناب عبداللہ ہی تھے جن کے بدلے جناب عبدالمطلب نے سو اونٹوں کی قربانی دی تھی۔ جناب عبداللہ کے انتقال کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش جناب عبدالمطلب نے فرمائی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر صرف آٹھ برس تھی جب جناب عبدالمطلب کا انتقال ہوا۔

جناب عبدالمطلب نے اپنے چھپتے پوتے کی کفالت کے سلسلہ میں حضرت ابوطالب کا انتخاب کیا۔ حضرت ابوطالب حضرت عبداللہ

۱۔ سیرت ابن ہشام حصہ اول۔ مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی صفحہ ۴۹

۲۔ تاریخ طبری حصہ اول مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۲۸

۳۔ تاریخ طبری حصہ اول مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۵۸

کے ایسے بھائی تھے جو ایک ہی ماں کے بطن سے تھے۔ اس موقع پر جناب
عبدالطلب نے فرمایا۔

”اے عبدمناف، تمہیں ایک یتیم اور بے کس کا وصی بنانا ہوں۔“
اس کے بعد انہوں نے شریڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

”میں نے ابوطالب جیسے تجربہ کار آدمی کو وصی بنایا ہے۔ اس
کے بیٹے کا جو مجھے عزیز اور محبوب تھا اور اب جس کے واپس آنے
کی کوئی امید نہیں ہے۔“ اس کے بعد جناب عبدالطلب نے کچھ توقف
فرمایا اور پھر کہا۔

”دیکھو اس کی حفاظت کرنا۔ اس نے باپ کا لطف نہیں دیکھا
نہ ماں کی مانتا۔ یہ تمہارے جگر کی مانند ہے۔ میں نے اپنی تمام
اولاد میں تمہیں کو منتخب کیا ہے اس لئے کہ تم اس کے باپ کے
حقیقی بھائی ہو۔ یاد رکھو اگر ممکن ہو تو اس کا اتباع کرنا۔ زبان، ہاتھ اور
مال سے اس کی نصرت کرنا۔ اس لئے کہ یہ عنقریب سردار بنے گا۔ اسے
وہ کچھ ملے گا جو ہمارے آباء و اجداد میں کسی کو نہیں ملا تھا۔“

ابوطالب نے اس فرض عظیم کو بخوشی قبول کر لیا۔ اور اس قبولیت
کا حق بھی ادا کر دیا۔ بعض لوگ اس امر پر معترف ہوتے ہیں کہ جناب
عبدالطلب کو یہ سب کیسے معلوم ہو گیا تھا۔ جب بحیرا راہب شکیونی

ؓ ابوطالبؓ فرما کریشؓ از عبداللہ الخنیزیؓ ترجمہ حیدر جواد دی کرادی

کر سکتا ہے۔ فسطور راہب کی پیش گوئی درست تسلیم کی جاتی ہے۔ ورق
بن نوفل کی صداقت کو مانا جاسکتا ہے تو جناب عبدالمطلب کے بارے
میں سوتے طن کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ جناب عبدالمطلب کے بارے
میں کسی تاریخ میں بہت پرستی کا الزام نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ پر ان
کے یقین و اعتماد کا ثبوت ابرہہ والا واقعہ موجود ہے۔ انہیں آپ
پوتے سے جو محبت تھی اس کے لئے ان کی زندگی شاہد ہے۔ جب جناب
ابوطالب نے انہیں یقین دلایا کہ وہ اپنے بھائی کے بچے کی
نگہداشت میں سروسامان نہیں کریں گے تو جناب عبدالمطلب نے
کہا۔ ”اب موت آسان ہو گئی ہے۔“

جناب ابوطالب کا نام عمران یا عبدمنات تھا۔ بعض مورخین
کے نزدیک ابوطالب بھی ان کا اسم گرامی تھا۔ بعض مورخین
اسے کنیت قرار دیتے ہیں۔

جناب ابوطالب کو اپنے بھتیجے سے محبت بھی تھی اور انہیں
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا عرفان بھی تھا۔ ایک
مرتبہ قحط پڑا لوگوں نے بارش کے لئے لات و عزیٰ سے مدد
مانگنے کا ارادہ کیا لیکن جناب ابوطالب نے اس رائے کو سختی
سے مسترد کر دیا اور اپنے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کر کے دعا مانگی۔ جناب
ابوطالب نے جب اپنے بیٹے علیؑ کو جناب رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو اس امر پر خوشی کا اظہار کیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنے دوسرے بیٹے جعفر کو بھی ان کے ساتھ شریک ہونے کا حکم دیا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا سامان تجارت لے کر سفر پر روانہ ہوتے تھے تو جناب ابوطالب کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی تھی۔ انہوں نے کئی بار خود آپ کے پیچھے سفر پر روانہ ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ اپنی زندگی میں اس قدر پریشان نہیں ہوئے تھے جس قدر اپنے بھتیجے کی اس جدائی نے انہیں پریشان کر دیا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حکم خدا کے بموجب تبلیغ کے کام کا آغاز کیا اور دعوت ذوالعشرہ کا اہتمام عمل میں آیا اس وقت بھی جناب ابوطالب نے اپنے بھتیجے کی باتیں سنیں۔

لوگ روانہ ہو گئے مگر جناب ابوطالب نے اپنے بھتیجے کے حق خطابت کی حفاظت کی۔ اس موقع پر ان کے صاحبزادے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کے احکامات کی پیروی کا اعلان کیا اور جناب ابوطالب نے انہیں روکا نہیں۔ بلکہ ایک بار تو اپنے بیٹے علی کو حکم دیا۔

”ابے علیؑ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی
متابعت میں سکون اور اطمینان ہے۔ انہیں کے
ساتھ رہا کرو۔“

ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
”اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے
پہ چاند رکھ دیں گے تو اس وقت بھی میں اللہ تعالیٰ
کے حکم کی تبلیغ کو ترجیح دوں گا۔ اسے اُس وقت
تک ترک نہیں کروں گا جب تک مجھے غلبہ
حاصل نہ ہو جائے یا میں اس راہ میں ہلاک نہ
ہو جاؤں۔“

جناب ابوطالب نے پورے استقلال سے کہا۔
”تم بدستور اپنے کام میں لگے رہو جب تک میرے
دم میں دم ہے میں تمہاری حمایت اور نصرت
کروں گا اور حتی المقدور تمہیں دشمنوں کی ایذا رسانی
سے بچاؤں گا۔“

ایک بار قریش ایک نوجوان کو لے کر جناب ابوطالب کے پاس
آئے اور کہنے لگے:-

” اے ابوطالب تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
ہمارے حوالے کر دو۔ اس کے بدلے یہ جوان حاضر ہے۔“
اس موقع پر جناب ابوطالب نے کہا۔

” تم لوگ کیسا اچھا سودا کرتے ہو۔ میں تو تمہارے
بیٹے کی پرورش کروں اور اپنا بیٹا قتل کرنے
کے لئے تمہارے سپرد کر دوں۔ قسم خدا کی ایسا کبھی
نہیں ہوگا۔“

جناب ابوطالب کا انتقال ہجرت مدینہ سے دو ایک سال
قبل ہوا۔ اسی سال حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے رحلت
فرمائی۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال
کو ”عام الحزن“ یعنی رنج کا سال قرار دیا تھا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب خدیجۃ الکبریٰ
سلام اللہ علیہا کے خطبات نکاح کے سلسلہ میں جن شخصیتوں کے
نام آتے ہیں وہ جناب ابوطالب اور ورقہ بن نوفل کے نام ہیں
ان کے اخلاق و عادات کا تذکرہ اس لئے بھی ضروری ہے
تاکہ معلوم ہو سکے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
نکاح کسی ایسے شخص نے نہیں پڑھایا جس کے دامن پر بت
پرستی یا شرک کا داغ ہو۔ یہ دونوں محترم شخصیتیں رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے بھی ہر قسم

کے ملحدانہ اور باطل عقائد سے بری تھیں۔ اُن کی عادتیں اور اخلاق دورِ جاہلیت میں بھی پارسائی اور نیکی سے عبارت تھے۔ اُن کے نیک اور پارسا ہونے پر دنیا کی کسی گواہی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت موجود ہو۔

تاریخ میں حضرت ابوطالب کے بارے میں تفصیلی معلومات بآسانی دستیاب ہیں۔ جن سے واضح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب ابوطالب اپنے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ جناب ابوطالب نے اپنے قول اور فعل سے یہ ثابت کر دیا کہ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور ان کے پیغام کی حفاظت بہر حال مقصود ہے۔

حَدَّثَنَا ابُو بَكْرٍ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ
 قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ عَنْ عَمَّارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ قَالَ
 سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى جَبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ خَدِيجَةٌ قَدْ أَتَتْكَ
 مَعَهَا اتَا عَرَفِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ فَإِذَا هِيَ
 أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا عَزَّ وَجَلَّ وَمَتْنِي
 وَبَشَرَهَا بَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَعْبَ فِيهِ
 وَلَا نَصَبَ

ابوبکر ابن شیبہ، ابوکریب، ابن نمیر ابن فضیل، عمارہ بن ابی زرعہ
 حضرت ابوبکر مرید بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین حضرت رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ
 یہ خدیجہ آپ کے پاس ایک برتن لے کر آتی ہیں۔ اس میں سالن ہے یا کھانا
 ہے یا شربت لہذا جب وہ آئیں تو آپ انہیں ان کے پرودگار کی طرف سے
 اور میری جانب سے سلام کہئے اور جنت میں ایک محل کی جو خول دار موتیوں کا
 بنا ہوا ہے انہیں خوش خبری سنا دیجئے جس میں نہ کسی قسم کی گونج ہوگی نہ کسی قسم
 کی تکلیف ہوگی۔ (صحیح مسلم)



خانوادہ

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

خالدہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

شام کے سائے بڑھنے لگے تھے۔ مکانوں میں چراغ روشن ہو رہے تھے۔ یہ وقت ایسا تھا کہ لا ابالی نوجوان تفریحات اور لہو و لعب پہ مائل تھے۔ ایسے بڑے بوڑھے جو مکے کی فضا میں رہے بسے تھے وہ بھی بے مقصد گپ شپ میں مصروف تھے مگر اس وقت بھی مکے کا ایک گھر ایسا تھا جہاں قریش کے سمجھدار لوگ باہمی مشاورت کے لئے جمع تھے۔ یہ گھر مکے کے ممتاز گھروں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کے ذخیرے کے گودام ہر وقت بھرے رہتے تھے۔ غلام مختلف کاموں میں مصروف نظر آتے تھے۔ مکے کے تاجر تجارتی امور پر صلاح و مشورہ کر کے آتے رہتے تھے۔ جب کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو قریش کے سردار اس گھر کے دروازے پر دستک دیتے تھے۔ یہ گھر مکے کے معاشرتی ماحول میں ممتاز تھا۔ مکے کے تجارتی حلقوں میں اسے ایک خاص مقام حاصل تھا۔

اس شام بھی اس گھر میں قریش کے سردار جمع تھے۔ گھر کا مالک خویلد آن کے استقبال اور ان کی خاطر مسارات میں مصروف تھا۔ خویلد اپنے گھر پر لوگوں کے اس اجتماع پر بے حد مسرور تھا۔

اس کے لئے اتنے لوگوں کی خاطر مدارات کوئی بڑی چیز نہیں تھی۔
 اس کے پاس دولت اور مال کی کوئی کمی نہیں تھی۔ اُسے مکے کی
 زندگی میں "مشاورت" کا منصب ملا ہوا تھا۔ یہ منصب اس
 کے خاندان میں موروثی تھا۔ خویلد جب اپنے تجارتی قافلوں کو
 دیکھتا تھا، اپنے عالی شان مکان پر اس کی نظر پڑتی تھی، اپنی تجارتی
 کامیابیاں اُس کی نگاہ میں پھرتی تھیں تو اس کا دل باغ باغ ہو
 جاتا تھا۔ اُسے سب سے زیادہ خوشی اس مشاورتی منصب سے
 حاصل ہوتی تھی۔ یہ مرتبہ ایسا تھا جسے اہل مکہ کبھی دولت کے
 عوض فروخت کرنے پر تیار نہیں ہو سکتے تھے۔ اس منصب کے
 لئے صاحب الرائے اور صاحب شعور ہونا ضروری تھا۔ جب خویلد
 دیکھتا تھا کہ لوگ جزی اور مکئی تمام امیر کے بارے میں شورہ کرنے
 اس کے پاس آتے ہیں تو جو دل مسرت حاصل ہوتی تھی وہ شاید
 اُسے بڑی سے بڑی تجارتی کامیابی پر بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

خویلد کے پاس خدا کا دیا سب کچھ تھا۔ مگر خویلد کو اس بات کا علم نہیں
 تھا کہ اس کی بیوی ناطہ کے بطن سے جس بچی نے جنم لیا ہے اس کی
 وجہ سے خویلد بن اسد اور ناطہ بنت زائدہ کا نام رہی دنیا تک
 تاریخ کے زندہ حروف میں شامل ہو جائے گا۔ بچی کا نام خدیجہ رکھا گیا
 تھا۔ یہ نام الفیل سے پندرہ برس پہلے کا ماقہ ہے۔

یہی خدیجہ جو تاریخ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا

کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔ یہ شرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں صرف جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو حاصل رہا ہے کہ جب تک آپ بقید حیات رہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی اور جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ نہیں فرمایا جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو یاد کرتے رہے۔

حَسْبُ نَسَبُ

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے والد کا نام خویلد اور دادا کا نام اسد ہے۔ اُن کا خاندان قریش کے مشرف خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ ان کے والد کا سلسلہ نسب یوں ہے:

خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قسلی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن حزیم بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے سلسلہ نسب کی صحت

لے دائرہ معارف اسلامیہ جلد ہشتم۔ ذیلی عنوان خدیجہ
تاریخ ابن ہشام جلد اول۔ مترجم مولانا عبد الجلیل صدیقی صفحہ ۱۸۱

اور درستگی میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ ان کے اجداد کے نام پوری صحت کے ساتھ موجود ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کی دادیوں کے نام بھی تاریخ میں ملتے ہیں۔

دائرہ معارف الاسلامیہ جلد ہشتم صفحہ ۸۵۹ پر جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے سلسلہ نسب میں جہاں دادا اور پردادا کے ناموں کا سلسلہ درج ہے وہاں دادیوں کے نام بھی موجود ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ ان کی نانیوں کے نام بھی تو اتر اور ترتیب سے موجود ہیں۔

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی والدہ فاطمہ کانسب اس طرح ہے:

فاطمہ بنت زائدۃ بن اہم بن ہرم بن معاضۃ بن حجر بن عبد بن معیی بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔
حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے والد اور والدہ کے سلسلہ نسب سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ دونوں سلسلے چند پشتوں کے بعد ایک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

۱۔ دائرہ معارف الاسلامیہ جلد ہشتم۔ حروف تہجی "خ" کے ذیل میں طبقات ابن سعد صالحات و صحابیات (طبقات و نفیس اکیڈمی کراچی) (اردو ترجمہ)

جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب
بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرہ بن كعب بن
لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن
مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

ان شجرہ ہائے انساب کی روشنی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اور جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بارے میں
 واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں ذات بابرکات ایک ہی نسب سے
سکتیں۔ قصی جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے پردادا تھے
جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد اعلیٰ تھے۔

قصی

قصیؑ کا اصل نام نزدیک ہے۔ اُن کی والدہ کا نام فاطمہ ہے۔
قصی کے والد کلاب کے انتقال کے بعد ان کی والدہ انہیں لے کر
شام چلی گئیں۔ کیونکہ یہ اپنی قوم سے دور رہے اس لئے ان
کا نام قصی پڑ گیا۔ بڑے ہونے کے بعد یہ چند حاجیوں کے ساتھ
مکہ آئے اور یہاں کعبے کے متولی حلیل کی صاحبزادی حبیبی سے

۱۔ تاریخ طبری حصہ اول مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی باب اول (اردو ترجمہ)

۲۔ تاریخ طبری حصہ اول مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۳۸ اور صفحہ ۴۴ (اردو ترجمہ)

شادی ہوئی اور چار بیٹے ہوئے۔ عبدالدار، عبدالمناف، عبدالعزیٰ اور عبد قصى ان کے نام ہیں۔ قصى کے سپرد کعبے کے متولی کا منصب ہوا۔ قصى نے قریش کے معاملات طے کرنے کے لئے دارالندوہ کی بنیاد بھی رکھی۔

قصى نے اپنی عمر کے آخری حصے میں کعبہ کی تولیہ کے تمام منصب اپنے بیٹے عبدالدار کے سپرد کر دیئے۔ یہ منصب حجاب، لواء، سقایہ، رفاۃ اور دارالندوہ کے انتظامات تھے۔ حجاب سے مراد کعبہ کی درباری اور کلید برداری ہے۔ لواء، علم برداری کا منصب ہے۔ سقایہ حاجیوں کے لئے پانی کا انتظام کرنا ہے۔ رفاۃ غریب حاجیوں کی اعانت کے انتظام کا نام ہے۔ اور دارالندوہ پنچایت گھر سے مراد ہے۔ عبدالدار نے یہ مناصب اپنی آخری عمر میں اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔ اس سلسلے میں دوسرے بیٹے عبدالمناف کی اولاد نے بے حد ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس طرح قریش دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ بنو عبد مناف کی حمایت میں بنو عبدالعزیٰ آگے آگے تھے۔ یہ صورت حال جنگ و جدال کی صورت اختیار کر جاتی مگر قریش کے دانش مندوں نے مناصب کو تقسیم کر کے اس معاملے کو رفع دفع کیا۔ اس طرح عبدالدار کی اولاد کو حجاب، علم برداری اور دارالندوہ کا انتظام ملا اور بنو عبد مناف کے سپرد سقایہ اور رفاۃ کا

عہدہ ہوا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے والد خویلد بنو
عبدالعزیٰ سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے نبو عبدمنات کی حمایت کی
سکتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد بنو عبدمنات
ہیں۔

خاندان

نویسندہ کے بڑے بیٹے حزام تھے۔ حزام سے چھوٹی بیٹی خباب
 خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا ہیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ
 علیہا کے ایک بھائی عوام ہیں۔ زبیرؓ ان ہی کے صاحبزادے
 تھے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی ایک بہن کا نام حفصہ
 ہالہ تھا اور ایک کا نام رقیقہ تھا۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سمیت سبھائی بہنوں کی تعداد پانچ ہے۔ ان میں حزام، عوام اور زرقہ اسلام سے قبل وفات پا چکے تھے۔ جناب ہالہ نے زمانہ اسلام دیکھا اور اس کی ہرکتوں سے فیضیاب بھی ہوئیں۔

ولادت

جب ابرہہ نے مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کی تو اس وقت جناب

۱۰۰ دائرہ محارف اسلامیہ حصہ ہفتم حرف تہجی "ث" کے ذیل میں

خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی عمر پندرہ برس تھی۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بھائی حزام کے بیٹے جناب حکیم کی روایت ہے کہ جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا ان سے دو سال بڑی تھیں۔ وہ خود واقعہ فیل سے تیرہ برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔ اور جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا اس حساب سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئیں۔

عام الفیل کے زمانے میں اُس سال جب ابراہہ نے مکے پر لشکر کشی کی حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی عمر پندرہ برس تھی۔ یہی سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا سال ہے۔ مورخین کا اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ عام الفیل کے وقت عیسوی سن کونسا تھا۔ تاہم تحقیق کے مطابق یہ ۵۷۱ء مانا جاتا ہے۔ اس سن کو درست تسلیم کرنے کے لئے جو دلائل دیئے جاتے ہیں ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کا واقعہ ہے جو ۶۲۲ء ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول چالیس برس کی عمر میں ہوا تھا۔ اور اس کے بعد آپ تیرہ سال مکے میں مقیم رہے تھے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۵۳ برس کی عمر میں ہجرت فرمائی تھی۔ یہ ترین برس قمری حساب سے ہیں شمسی حساب سے یہ مدت باون برس ہوتی ہے۔ جب ۶۲۲ء

میں سے باون برس کم کیے جائیں گے تو ۵۷۰ حاصل ہوگا۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن پیدائش بہ حساب سن عیسوی ہے۔ اگر عام الفیل ۵۷۰ تسلیم کیا جائے تو خباب خزیمہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا سن پیدائش ۵۵۵ء عیسوی بنتا ہے۔

عام الفیل عربوں میں سن اور سال طے کرنے میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ اسے عام الفیل اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سال یمن سے ابرہہ ایک لشکر لے کر مکے پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس لشکر میں ایک ہاتھی بھی تھا۔

ابریہ

ابرہہ حبشی النسل تھا۔ اس نے نجاشی کے مقرر کردہ حاکم یمن اریاط سے جنگ کا ارادہ کیا۔ ان دونوں کے درمیان یہ طے ہوا کہ یہ اپنے لشکر کو قتال سے بچانے کے لئے ایک دوسرے سے نبرد آزما کر لیں۔ اریاط بہت حسین شخص تھا، جب کہ ابرہہ قبول صورت شخص بھی نہیں تھا۔ اریاط نے ایک خاص ہتھیار سے ابرہہ پر وار کیا جس سے اس کی سبھوں آنکھ ناباک اور

۱۔ مسلمانوں کی تاریخ، از رازق الخیری صفحہ ۱۵۷
۲۔ سیرت ابن ہشام، ترجمہ مولانا عبد الجلیل صدیقی صفحہ ۴۱۹

ہونٹ پھٹ گئے۔ اس موقع پر ابرہہ کے غلام نے پیچھے سے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ارباط کا لشکر بھی ابرہہ کے ساتھ ہی گیا۔

ارباط کے قتل کی اطلاع نجاشی کو ہوئی تو اس نے سخت غصے میں قسم کھائی۔

”میں اس سرزمین کو پامال کر دوں گا اور ابرہہ کے سر کے بال پکڑ کر گھیڑوں گا۔“

یہ اطلاع ابرہہ کو پہنچی تو اس نے ایک برتن میں مین کی مٹی بھری اور اپنے سر کے بال مونڈ کر نجاشی کو بھیج دیئے اور لکھا۔

”حضور مین کی مٹی کو اپنے پیروں تلے پامال کر دیں اور میرے سر کے بالوں کے بارے میں جو قسم آپ نے کھائی ہے اسے پورا کر لیں۔ ارباط بھی آپ کا ایک غلام تھا اور میں بھی ایک غلام ہوں، قابل اطاعت تو آپ ہی کا حکم ہے۔“

نجاشی راضی ہو گیا اور اس طرح ابرہہ اس کی غضب ناک سے محفوظ رہا۔ ابرہہ نے اس کے بعد صفاء کے مقام پر ایک بہت شاندار کلیا بنادیا اور نجاشی کو ایک خط اس دعویٰ کے ساتھ لکھا کہ وہ عربوں کے عزائم جج کا رخ بھی اس طرف پھیر دے گا۔ ابرہہ نے لشکر حبار کے ساتھ پیش قدمی کی۔ اس واقعہ

کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ وہ لشکر ہی اپنی
خصوصیت کی بناء پر ہاتھوں والا لشکر کہلاتا ہے۔
قرآن پاک میں ہے۔

”کیا تو نے نہ دیکھا کہ کیا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں
کے ساتھ کیا نہیں کر دیا ان کا داد غلط اور بھیجے ان پر اڑتے
جانور مکرٹیاں مکرٹیاں پھینکتے تھے وہ اُن پر پتھریاں کنکر کی۔ پھر
کر ڈالا جس کھایا ہوا۔ (سورہ فیل)

قرآن پاک نے اس واقعہ کی تفصیلات کو بہت جامع اور
محمل انداز میں پیش کر دیا ہے اور ابراہیم کے لشکر کی شکست کا
حال چند الفاظ میں اس طرح بیان کر دیا ہے کہ اس اہل پر
لاکھوں تفصیلات نشر کر دینے کو جی چاہتا ہے۔

جناب عبدالطلب کا ادنیٰ والا واقعہ بھی اسی موقع پر ہوا
مقام۔ ابراہیم کے لشکر نے اُن کے دوسو ادنیٰ پکڑ لیے تھے۔ جناب
عبدالطلب نے جب اپنے ادنیوں کا ذکر کیا تو اُسے بہت تعجب
ہوا۔ اس نے ترجمان کے توسط سے کہا۔

”میرے دل میں تو تمہاری جگہ تو قریبھی مگر اب وہ تو قریب
نعم ہو گئی۔“

”کیوں؟“ جناب عبدالطلب نے دریافت کیا۔

”میرا خیال تھا کہ تم اگر گھر کی بات کرو گے جو تمہارے نزدیک

مقدس ترین مقام ہے۔“

اس پر جناب عبدالمطلب نے فرمایا۔

”میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے اپنے اونٹوں کی بات کر رہا ہوں۔ جو اس گھر کا مالک ہے وہ اپنے گھر کی حفاظت خود کرے گا۔“

تاریخ ابن خلدون کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابرہہ کی شکرکشی کے پچپن روز بعد اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد جناب عبداللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل وفات پا چکے تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ کے دادا جناب عبدالمطلب نے پرورش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تقریباً آٹھ برس کی تھی جب جناب عبدالمطلب نے انتقال کیا۔ ادب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب ابو طالب کے سپرد کیا۔ اس موقع پر جناب عبدالمطلب نے کہا تھا کہ ”موت مجھ پر آسان ہو گئی ہے۔“

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا مکہ الامین کے نام سے یاد کرتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن کبھی کسی معصیت سے آلودہ نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ٹبت کو سجدہ نہیں کیا۔ ہمیشہ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیکی کے امور میں شریک رہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ یا تیرہ برس کے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا جناب ابوطالب کے ہمراہ بلاد شام بغرض تجارت تشریف لے گئے۔ اس سفر میں بحیرا راسب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر جناب ابوطالب سے کہا:

”نوراً اس بچے کو واپس لے جاؤ۔ میں اس کے چہرے میں نبوت کے آثار دیکھتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچادیں!“

ابن خلدون نے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تین برس بیان کی ہے۔ مگر طبری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمر اس وقت نو برس بتائی گئی ہے۔ تاہم عمر خواہ نو برس ہو یا تیرہ برس یہ واقعہ قطعاً درست اور صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابوطالب کے ہمراہ سفر تجارت پر بلاد شام تشریف لے گئے تھے جہاں بحیرا راسب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نبوت کے آثار دیکھ لئے تھے اور اس بات سے جناب

تاریخ طبری حصہ اول، مطبعہ نقیض اکیڈمی کراچی صفحہ ۶۰
دارد ترجمہ

ابوطالب کو مطلع کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جناب ابو طالب فوراً واپس تشریف لے آئے تھے۔ اس کے بعد دو سفر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے اسباب تجارت کے ساتھ کیا تھا۔ اس سفر سے واپسی کے تین ماہ بعد جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا نکاح ہوا۔

شادی

جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا نکاح جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا اس وقت واقعہ فیل کو چھپس برس گزر چکے تھے۔ اور جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی عمر چالیس برس تھی۔ بعض روایتوں میں نکاح کے وقت آپ کی عمر اٹھائیس برس بھی بتائی گئی ہے۔ مگر عموماً کتب تواریخ کا اجماع اسی پر ہے کہ جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی عمر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے وقت چالیس برس تھی۔ شادی کے اس موقع پر ان کے والد خویلد زندہ نہیں تھے۔ خویلد کے انتقال کے بارے میں دو روایتیں ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق جب جنگ فجار ہوئی تو خویلد اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ جنگ فجار سے پہلے انتقال

کر گئے تھے۔ امام سہیلی کے دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خویلد جنگ فجار سے قبل وفات پا چکے تھے۔ اس روایت کو علامہ شبلی نے سیرت النبیؐ میں درست تسلیم کیا ہے، مگر طبقات ابن سعد میں کہا گیا ہے کہ خویلد جنگ فجار میں کام آئے تھے۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے والد کے بارے میں تو مندرجہ بالا روایات ملتی ہیں۔ مگر آپ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ کے بارے میں کوئی تفصیلی یا سرسری اشارہ نہیں ملتا ہے کہ انہوں نے کب انتقال کیا تاہم امر ضرور طے شدہ ہے کہ جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی شادی کے موقع پر وہ حیات نہیں تھیں۔

وعن عائشة قالت ما عرتُ على أحدٍ من نساء النبي
 صلى الله عليه وآله وسلم ما عرتُ على خديجة
 وما رأيتها ولكن كان بكثر ذكرها وربما ذبح
 الشاة ثم يقطعها أعضاء ثم يبعثها في صدائق
 خديجة فربما قلتُ له كأنه لم تكن في الدنيا
 امرأة إلا خديجة فيقول إنما كانت وكانت و
 كان لي منها ولد

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں جتنا شک مجھے
 خدیجہ الکبریٰ پر ہوتا ہے اتنا کسی پر نہیں حالانکہ میں نے ان کو دیکھا
 تک نہیں تھا۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو یاد فرمایا کرتے
 تھے اور جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے گوشت کے ٹکڑے کر کے
 خدیجہ الکبریٰ (سلام اللہ علیہا) کی ہسیلوں کو بھیجا کرتے تھے۔ میں بعض اوقات
 آپ سے کہہ دیا کرتی تھی کہ آپ کے خیال میں خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی
 نہ تھی۔ آپ اس کے جواب میں فرماتے تھے کہ خدیجہ ایسی تھی اور خدیجہ ویسی تھی اور
 اس کے بطن سے میری اولاد ہے۔



انکارِ نبوت
مُکَلِّی اللہ علیہ وسلم

اثار نبوت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شادی کے بعد حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے مکان میں آگے۔ یہ تاریخی تقریب ۲۵ عام انیل کو منعقد ہوئی تھی۔

شادی کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اپنی ساری دولت وقف کر دی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت گزینی پسند کرتے تھے اور غور و فکر میں زندگی بسر کرنا پسند کرتے تھے۔ جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے آپ کے روزمرہ امور میں کسی قسم کی مداخلت کبھی نہیں کی بلکہ ہمیشہ آپ کو آرام اور سکون بہم پہنچانے کی کوشش میں رہتی تھیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا جانتی تھیں کہ اُن کے شوہر کوئی عام انسان نہیں ہیں بلکہ نبوت آپ کے لئے مقوم ہو چکی ہے۔ اُن کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے انہیں اس بات سے آگاہ کر دیا تھا۔ خود ان کا غلام میسرہ سفر تجارت کے دوران جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا عینی گواہ تھا۔ یہ ایسے امور تھے کہ جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا آپ پر کامل یقین اور اعتماد رکھتی تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ گوشت نشینی اور

غور و فکر کی زندگی بسر کرتے تھے مگر آپ ایسے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے جن کا شمار مخلوق خدا کی بہتری کے کاموں میں ہوتا تھا نیکی، صلح اور امن کے کاموں میں حصہ لینا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل و جان سے مرغوب تھا۔

حلف الفضول

شادی سے قبل جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر صرف بیس برس تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور معاہدے حلف الفضول کی تیاری کے وقت بذات خود موجود تھے۔

اسلام سے قبل، حلف الفضول کے نام سے دو معاہدے ہوئے ہیں۔ پہلا معاہدہ قبیلہ جریم کے تین سرداروں الفضل بن دداء، الفضیل بن الحارث اور الفضل بن قضاء نے کیا تھا۔ کیوں کہ ان سب کے نام میں فضل کا لفظ شامل ہے اس لئے اسے حلف الفضول کا نام دیا گیا۔ ان ناموں میں پہلے نام الفضل بن دداء پر سب کو اتفاق ہے۔ اس معاہدے کے تحت طے کیا گیا تھا کہ۔

”اگر کسی کمزور اور بے بس پر ظلم ہو تو ہم اپنے کنبوں سمیت مظلوم کی اس وقت تک حمایت کریں گے جب تک کہ ظلم کرنے

۱۔ دائرہ معارف اسلام۔ حروف تہجی ”ح“ کے ذیل میں

والا اس کا حق نہ دے دے۔ یہ معاہدہ تقریباً چار ہزار برس قبل
ہوا تھا۔

دوسرا معاہدہ ہجری سن کے آغاز سے ۳۳ برس پہلے ہوا تھا جب
بن کے قبیلہ زبید کا ایک شخص عمر ادا کرنے مکہ آیا اور سامان تجارت
بھی لایا۔ ایک گاہک نے اس کے مال کی قیمت ادا کرنے میں لیت و
لعل کی۔ جب کسی نے اس کی مدد نہیں کی تو مکے کے ایک پہاڑ پر
چڑھ کر اس نے اپنی منطوی کی داستان اشعار میں بلند آواز
میں سنائی۔ اس سے لوگوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی اور ایک
جلے میں اس ظلم کی تلافی کے لئے اس تجویز پر اتفاق ہوا کہ شہر
میں ظلم کی روک تھام کی جائے۔

نبو ہاشم بنو عبدالمطلب بنو زہرہ بنو تیم اس معاہدے میں
شریک تھے۔ ایک روایت کے مطابق بنی الحارث بن فہریہ بنو اسد
بن عبد العزی بھی حلف میں شریک تھے۔ اس معاہدے کے تحت یہ عہد
کیا گیا تھا کہ شہر مکہ میں کسی پر ظلم ہو تو ہم سب ظالم سے خلافت
مظلوم کی حمایت کریں گے خواہ وہ شریف ہو یا وضع ہم میں سے
ہو یا اجنبی ہو۔ اس معاہدے کو بھی حلف الفضول کا نام دیا گیا۔
اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے بارے
میں اختلاف ہے۔

طبقات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بیس سال
تباہی گئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ
• عبداللہ بن جعدان کے گھر میں معاہدے کے دنت موجود
تھا۔ میں اس کے معاوضے میں بہت سے سرخ ادیشوں کے ملنے کو
بھی پسند نہیں کروں گا۔ اگر اس معاہدے کی رو سے اسلام میں
بھی مجھے کوئی بلائے تو میں ضرور اُسے قبول کروں گا۔
حلف الفضول میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت اور
اس معاہدے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
تعریفی کلمات اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم ایسے امور کی بجا آوری اپنا فرض سمجھتے تھے جن میں ظالم کی
مذمت ہی نہیں بلکہ مظلوم کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ
لینا ضروری ہو۔ اس واقعہ کی تفصیل کا مقصد صرف اس قدر
ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ لوگوں سے گھلنا ملنا
پسند نہیں کرتے تھے۔ اور اپنی توجہ غور و فکر پر مرکوز رکھتے تھے۔
لیکن جب ایسے امور درپیش ہوتے تھے جن میں مخلوق خدا کا

۱۔ طبقات ابن سعد مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی (دار و ترجمہ)

۲۔ سیرت ابن ہشام - ترجمہ مولانا عبدالجلیل صدیقی صوفی ۱۳۱ طبع ۱۹۶۶ء

فائدہ ہو اور جو امور احکام خداوندی کے مطابق ہوں تو آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان امور میں نہ صرف حصہ لیتے تھے بلکہ
اس کا ذکر بھی فرمایا کرتے تھے۔

تعمیر کعبہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام اہلسوں میں شرکت
کرتے تھے جو دارالندوہ میں ہوتے تھے۔ ان میں عموماً تجارتی اور
قوی امور زیر بحث آتے تھے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے مشوروں کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ تنہائی میں غور و فکر
کرنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تبحر و کلاوت
معاملہ فہمی اور سائب رائے پیدا ہو گئی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی اس برتری کا احساس سارے مکہ کو تھا۔
سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرتے تھے اور آپ
کی ہدایت کو تسلیم کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خوبیاں اور ان خوبیوں کی
بنیاد پر مکہ میں انفرادیت پر جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا
بے حد مسرور ہوتی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی ہدایت اور آپ پر اہل مکہ کے یقین کا ثبوت تو اس وقت
صاف طور سے تاریخ کو معلوم ہو گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اعلانیہ تبلیغ کا آغاز کیا۔ اس موقع پر سب لوگوں نے بیک
ربان اعتراف کیا تھا کہ انہوں نے کبھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو جھوٹ بولتے نہیں سنا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صادق ہونے کا یہ
ثبوت اس وقت کا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین
سال خفیہ تبلیغ اسلام کر چکے تھے۔

جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادری ہوئی اس
وقت وحی نازل نہیں ہوتی تھی۔ تاہم جناب فدحیۃ الکبریٰ
سلام اللہ علیہا کو احساس تھا کہ اُن کے شوہر بہت بلند مرتبے
والے انسان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذہانت
اور ذکاوت سے بارے میں جو خبریں ان تک پہنچتی تھیں تو
وہ بے حد خوشی محسوس کرتی تھیں۔

ایک واقعہ جس سے حضرت فدحیۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا
یقیناً بے حد خوش ہوئی ہوں گی شادی سے دس سال بعد پیش
آیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۳۵ برس تھی
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہانت نے قریش کو خوفناک
لڑائی سے بچا لیا۔ ورنہ ان کے درمیان تلواریں نکالتیں تو ہزاروں
آدمی اُن کے بھینٹ چڑھ جاتے اور خون کے دریا بہہ جاتے۔
شادی کے دسویں برس قریش نے فیصلہ کیا کہ کعبہ کو منہدم

کر کے اسے دوبارہ تعمیر کیا جائے۔ وہ کعبہ کی دیواروں کو بلند کر کے اس پر چھت ڈالنا چاہتے تھے۔ کیونکہ کعبے کا خزانہ چوری ہو گیا تھا۔ آخر کار حجر اسود رکھنے کی لوبت آئی۔ اس وقت وہ لوگ آپس میں لڑ پڑے کیونکہ ہر شخص خواہش مند تھا کہ وہی حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے رکھے۔ یہ جھگڑا بے حد طول پکڑ گیا اور چار پانچ راتیں کام بند رہا۔ ایک معمر شخص ابوامیہ بن مغیرہ نے اس نزاع کا تصفیہ کرنے کے لئے ایک تجویز پیش کی جسے سب نے تسلیم کر لیا۔ اس نے کہا کہ جو شخص اگلے دن سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو اسے حکم بنایا جائے۔ دوسرے دن سب پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر قریش نے اطمینان کا سانس لیا۔ انہوں نے کہا۔

”بے شک یہ امین ہیں۔ جو تصفیہ کریں گے ہم اُسے تسلیم کر لیں گے۔“

اُن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام معاملہ بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا منگایا۔ اپنے ہاتھ سے حجر اسود اٹھا کر اس کپڑے میں رکھا اور قبیلے والوں سے کہا کہ ہر قبیلہ اس کپڑے (چادر) کا ایک ایک کونہ کھام لے۔

سہ تاریخ طبری حصہ اول مطبوعہ نفس اکیڈمی کراچی صفحہ ۶۶ (اردو ترجمہ)

جب وہ اس طرح حجرِ اسود اٹھا کر لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حجرِ اسود اٹھا کر اس کے مقام پر رکھ دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے قبل بھی یکسو ہو کر ریاضت اور عبادت کے عادی تھے۔ وہ ہر سال ایک مہینے کے لئے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ یہ پہاڑ مکے سے شمال کی جانب دو ڈھائی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس میں ایک غار تھا اس غار تک پہنچنا بہت دشوار اور مشکل ہوتا تھا۔ رمضان کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غار میں تشریف لے جاتے تھے اور پورا مہینہ گزارنے کے بعد تشریف لاتے تھے۔ جب ماہِ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا تشریف لے جاتے تھے تو خباب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کا تمام سامان تیار کر کے دیتی تھیں۔

باب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کر کے بے حد خوش ہوتی تھیں۔ انہوں نے اپنی دولت کا صرف ایک مقصد قرار دے لیا تھا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وقف ہوگی۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلیفہ ابرو سے پہلے دولت بچھاؤ

کر دیا کرتی تھیں۔ اب اس بدلت کامرغ تجارت اور رفع کمانے کے بجائے غریبوں، مسکینوں اور مسافروں کی امداد کرنا تھی۔

غارِ حرا

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی دل تمنا تھی کہ ان کی دولت اُن کے شوہر پر خرچ ہو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات پر غور کرنے اور عبادت میں انہماک کے لئے غارِ حرا شریف لے جاتے تھے تو کبھی آپ خود بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جاتی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غارِ حرا سے واپس تشریف لاتے تھے تو کعبۃ اللہ کا سات بار طواف کرتے ہوئے آتے۔ کبھی یہ طواف بڑھ بھی جاتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتی تھیں۔ اور آپ کو آرام اور سکون پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھیں۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا خود غار لے کر جاتی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی کا وقت ہوتا تھا اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے میں دیر ہوتی تو مضطرب ہو جاتی تھیں اور لوگوں کو آپ کو لینے کے لئے بھيجا کرتی تھیں۔ جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے ایثار اور قربانی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ یہ صرف اُن کا امتیازی حق ہو گیا۔ ان ہی دنوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روپائے صالحہ و صادقہ ظاہر ہونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند میں سچے خواب دیکھنے لگے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے مہینے میں غار حرا میں عبادت میں مصروف تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ اس روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر واپسی میں دیر ہوئی تو جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا بے حد مضطرب ہو گئیں۔ آپ نے لوگوں کو بھی تلاش کے لئے بھیج دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میرے پاس جبریلؑ اس وقت آئے جب میں سو رہا تھا۔ وہ ایک ریشمی کپڑا لائے جس پر کچھ لکھا تھا۔ مجھ سے کہا پڑھو“ میں نے کہا: ”میں پڑھا نہیں ہوں۔ مجھے پڑھنا نہیں آتا ہے۔“ جبریلؑ نے پکر کر مجھے بھینچا، یہاں تک کہ میں نے خیال کیا

۱۔ سیرت ابن ہشام، حصہ اول مولانا عبدالجلیل صدیقی صفحہ ۲۳۰

اب موت ہے، پھر چھوڑ دیا اور کہا "پڑھ" میں نے پھر کہا میں نہیں پڑھ سکتا۔ پھر جبریلؑ نے مجھے بھینچا یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ اب موت ہے۔ جبریلؑ نے مجھے پھر چھوڑ دیا اور پھر کہا "پڑھ" میں نے کہا۔ کیا پڑھوں۔ جبریلؑ نے مجھے پھر بھینچا۔ حتیٰ کہ میں نے خیال کیا "اب موت ہے" جبریلؑ نے مجھے پھر چھوڑ دیا اور کہا "پڑھ" میں نے کہا۔ "کیا پڑھوں"۔ میں یہ بات صرف اس لئے کہہ رہا تھا کہ اُن سے چھوٹ جاؤں۔ کہیں پھر دلیسا نہ کریں جیسا انہوں نے پہلے مجھ سے کیا تھا۔ پھر جبریلؑ نے کہا۔ "پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے خلق کیا انسان کو جسے ہوئے خون سے۔ پڑھ تیرا پروردگار بڑا شان والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی۔ انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن سے وہ ناواقف تھا۔

پھر میں نے پڑھا اور قرأت ختم ہو گئی تو وہ میرے پاس سے چلے گئے اور میں اپنی نیند سے بیدار ہو گیا گویا وہ میرے دل میں اچھی طرح لکھا ہوا تھا۔ فرمایا پھر میں نکلا۔ یہاں تک کہ جب پہاڑ کے وسط میں تھا تو ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔ "اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریلؑ ہوں۔" میں نے دیکھنے کے لئے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کے

کنارے پر ایک آدمی کی شکل میں جبریل ہیں جن کے قدم افق السماء میں ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں! میں ان کی طرف دیکھتا کھڑا رہ گیا۔ نہ آگے بڑھتا ہوں نہ پیچھے ہٹتا ہوں، اور میں اپنی توجہ ان کی جانب سے پھیر کر آسمان کے کنارے ڈال رہا ہوں۔ آسمان کے جس کونے میں نظر ڈالتا ہوں اُن کو اس حالت میں دیکھتا ہوں۔ پس میں اسی حالت میں کھڑا ہو گیا، نہ اپنے سامنے کی جانب بڑھتا ہوں نہ اپنے پیچھے کی طرف لوٹتا ہوں۔ یہاں تک کہ میری تلاش میں خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اپنے آدمی بھیجے تو وہ مکہ کے بلند مقام تک پہنچے۔ پھر وہ واپس ہو گئے اور میں اپنی جگہ بٹھا۔ پھر جبریل میرے پاس سے چلے گئے اور میں اپنے گھردالوں کی طرف چلا آیا۔ یہاں تک کہ خدیجہ سلام اللہ علیہا کے پاس پہنچا تو اُن کے زانوں کے پاس بیٹھ گیا اور ان کی طرف جھکا۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم آپ کہاں تھے؟ اللہ کی قسم میں نے آپ کو تلاش کرنے اپنے آدمی بھیجے یہاں تک کہ وہ مکہ کے بلند حصے تک پہنچ کر میری طرف واپس بھی آگئے۔ پھر میں نے اُن سے وہ چیز بیان کی جو میں نے دیکھی تھی۔ انہوں نے کہا: "اے میرے چچا کے فرزند خوش ہو جائیے اور ثابت قدمی اختیار فرمائیے۔"

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں خدیجہؓ کی جان ہے، بے شک میں اس بات کی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے۔“

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے میں پہل کی۔ انہوں نے صرف یہی نہیں کہا کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت کے نبی ہوں گے“ بلکہ یہ بھی فرمایا۔

”خدا کی قسم اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ آپ کا رُواں بھی میلان نہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ مہمان نوازی آپ کا شیوہ ہے۔ غریب اور محتاج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ آپ ضعیفوں اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ضرورت مندوں کی حاجت رفع کرتے ہیں۔ بیوہ اور نادار عورتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دے۔ وہ کبھی اور کسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسوا نہیں کرے گا۔“

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی دی اور اس کے بعد وہ آپ صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔
 ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پورا واقعہ سنا
 اور کہا:

”یہ روح القدس ہیں جو موسیٰ بن عمران پر نازل ہوئے تھے۔
 کاش میں اُس میں شرکت کر سکتا۔ کاش میں اُس وقت تک زندہ
 رہتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی قوم غارِ ابلہ
 کرے گی۔“

ایک روایت میں ہے کہ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا آپ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو لے کر نہیں گئی تھیں اور آپ نے اپنے چچے
 بھائی ورقہ بن نوفل کو سارا واقعہ سنایا تو ورقہ نے کہا:

”پاک ہے، پاک ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ
 میں ورقہ کی جان ہے۔ اے خدیجہ اگر تم نے مجھ سے سچ کہا
 ہے تو ناموس اکبر جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا وہ آپ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ پہنچا ہے اور بے شک آپ اس امت
 کے نبی ہیں۔ تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ دو کہ ثابت
 قدمی اختیار کریں۔“

۱۔ صحابیات، از نیاز فتحپوری۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی
 ۲۔ سیرت ابن ہشام، حصہ اول، مترجم مولانا عبد الجلیل صدیقی صفحہ ۲۳۳
 مطبوعہ ۱۹۶۶ء

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے یہ تمام باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کیں۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت کی مدت پوری کر کے پلٹے تو کعبۃ اللہ کے طواف کے دوران ورقہ بن نوفل مل گئے۔ ورقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پورا واقعہ دریافت کیا اور کہا:

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت کے نبی ہیں۔ بے شک آپ کے پاس دوسرا ناموس اکبر آگیا جو موسیٰؑ کے پاس آتا تھا۔ اب آپ کو جھٹلایا جائے گا اور تکلیف پہنچائی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا وطن کیا جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی جائے گی۔ اگر مجھے وہ دن نصیب ہوا تو میں ضرور اللہ کے دین حق میں مدد کروں گا۔“

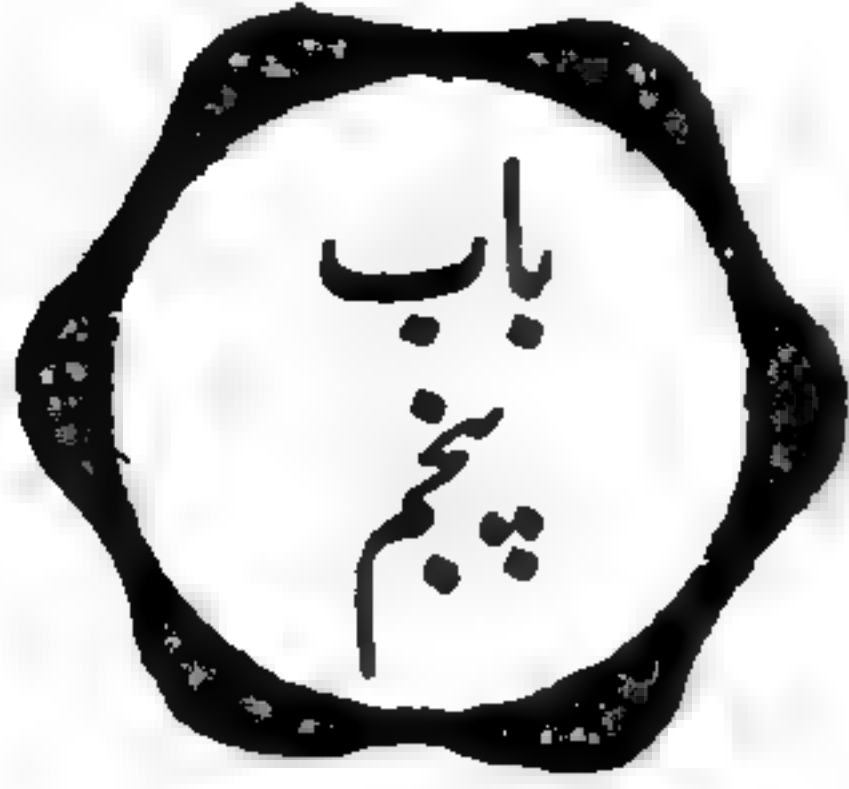
اس کے بعد ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے وسط میں بوسہ دیا۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا
خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو یہ فرماتے سنا ہے۔ حضرت مریم بنت عمران ساری عورتوں میں بہتر تھیں اور
خدیجہ البکری (سلام اللہ علیہا) بھی سب سے بہتر ہیں۔ متفق علیہ
(مشکوٰۃ)

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قَالَ حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ
وْخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ
وَأَسِيَّةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دنیا
بھر کی عورتوں میں سے صرف ان چار عورتوں کے فضائل تیرے لئے کافی ہیں یعنی مریم بنت
عمران خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہؓ فرعون کی بیوی۔
(ترمذی)



رفاقتِ رسول ﷺ

زفاتِ رسولؐ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا تمام مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلی ہیں جو اسلام لائیں۔ علمائے تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اقرار و تعلیم توحید اور بت پرستی سے برأت کے بعد خدائے تعالیٰ کا پہلا حکم نماز تھا۔

پہلے نمازی

جب نماز فرض ہوئی تو جبریلؑ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ اعلیٰ میں تھے۔ جناب جبریلؑ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک وادی میں ایک سمت لے گئے اور وہاں ایک حصّے کو ایٹری سے مارا وہاں سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہوا۔ جبریلؑ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کا طریقہ سمجھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لائے، اور جناب خدیجۃ سلام اللہ علیہا کو وضو کا طریقہ سکھایا اور آپ دونوں نے نماز پڑھی۔ تاریخی روایتوں میں ہے کہ ابتداء میں نماز پڑھنے والے صرف تین حضرات تھے۔ ایک جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا اور حضرت علیؑ۔ اس سلسلہ میں حضرت علیؑ کا قول موجود ہے۔ جناب علیؑ نے فرمایا۔

”میں نے دوسرے لوگوں سے سات سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لے سیرت ابن ہشام۔ بحوالہ اعلام الاسلام از حسن ابراہیم حسن بصری۔

کے ساتھ نماز پڑھی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: "قبل اس کے کہ امت کے لوگوں میں کوئی اللہ کی عبادت کرے میں پانچ سال تک عبادت کرتا رہا۔" حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر کے دن نبوت ملی اور میں نے منگل کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔"

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرف نبوت حاصل ہوا تو اس وقت بعض تاریخی روایتوں میں حضرت علیؑ کی عمر ۸ سال بعض میں دس سال اور بعض میں تیرہ سال بتائی گئی ہے۔ دس برس کی عمر پر عموماً مورخین کا اتفاق ہے۔

حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابی رافعؓ اور حضرت زید بن ارقم جیسے جلیل القدر اصحاب کی رائے کے مطابق سب سے پہلے حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ عقیقہ ابن کنڈی سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ مکہ آیا۔ وہ عباسؓ بن عبدالمطلب کے یہاں مہمان ٹھہرا۔ جب صبح ہوئی اور سورج طلوع ہوا تو وہ کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان شخص وہاں آیا اس نے آسمان کو دیکھا اور کعبہ کی سمت بڑھ کر اس کے سامنے

۱۔ تاریخ طبری حصہ اول، نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۸۲ (اردو ترجمہ)
اور طبقات ابن سعد صالحات و صحابیات، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی (اردو ترجمہ)

کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک لڑکا اس کی ماہنی سمت آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک عورت اُن دونوں کے پیچھے آکر کھڑی ہو گئی۔ اس جوان نے رکوع کیا اور سر اٹھایا اور سجدہ کیا تو اس لڑکے اور عورت نے بھی ایسا ہی کیا۔ عقیف نے پوچھا۔

”یہ بڑی اہم بات ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟“

جناب عباسؓ نے کہا۔ ”یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ میرا بھتیجا ہے۔ یہ عورت ان کی بیوی خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا ہیں اور یہ لڑکا علیؓ بن ابوطالب بھی میرا بھتیجا ہے۔ اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ اس ملک پر ان تینوں کے علاوہ کوئی چوکھٹا بھی ہو۔“

عقیف ابن کندی سے ایک روایت اور بھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ عباسؓ بن عبدالمطلب اس کے دوست تھے۔ ایک بار موسم حج میں وہ لوگ منیٰ کے پاس تھے کہ اُس نے ایک شخص کو دیکھا جو بہت اطمینان کے ساتھ وہاں آیا۔ اس نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ ایک عورت آئی اس نے بھی وضو کر کے نماز کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد ایک لڑکا آیا۔ وہ بھی وضو کر کے اس کے پہلو میں نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ عقیف نے جناب عباسؓ سے دریافت کیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“

جناب عباس نے عقیقت ابن کندی کو بتایا۔

” یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے۔ یہ مدعی ہے کہ اسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرا میرا بھتیجا علی بن ابی طالب ہے۔ یہ بھی اس کے دین کا پیرو ہے۔ اور یہ عورت اس کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے۔ یہ بھی اس کی پیروی ہو گئی ہے۔“

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں بلا شک و شبہہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ سب سے پہلی مسلم خاتون تھیں۔ اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے کی۔ آپ سب سے پہلے ایمان لائیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پہلی نماز بھی آپ نے پڑھی۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں مکمل اخلاص اور سپردگی کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ذرہ برابر بھی سرتابی نہیں کی۔ اپنی ساری دولت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غم گساری میں اپنی زندگی صرف کر دی۔ حالات کیسے بھی رہے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے پائے ہتھامت

کو ذرا سی لغزش نہیں آئی۔

اہل قریش نے جب اپنی سختیوں میں اضافہ کر دیا اور مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنا پڑی تو اس وقت ضرورت مند مسلمانوں کی مالی ضروریات کی تکمیل جناب قدیمہ سلام اللہ علیہا نے کی۔ سچی بات یہ ہے کہ شادی کے وقت ہی آپ نے تمام دولت اپنے شوہر کے سامنے ڈھیر کر دی اور بڑے خلوص سے کہا: ”میرے پاس جو کچھ تھا وہ حاضر ہے۔ اب اس کے مختار آپ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار ہے کہ یہ دولت جس طرح چاہیں صرف میں لائیں۔“

قریش رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سختیاں کرتے تھے اور ان لوگوں کو بھی اپنے ظلم کا ثبوت دینے سے نہیں چوکتے تھے۔ جو اسلام قبول کرتے تھے۔ قریش نے جناب ابوطالب کو بھی مختلف طریقوں سے اس امر پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم کی حمایت اور نصرت سے ہاتھ اٹھالیں مگر جناب ابوطالب نے واشکاف الفاظ میں ان کی دھمکیوں اور لالچ کو ٹھکرا دیا۔ انہوں نے ایک بار تو بہت حلال سے کہا: ”

۱۔ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ از رئیس احمد جعفری۔
۲۔ تاریخ طبری، حصہ اول مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۹۴ (اردو ترجمہ)

” خدا کی قسم میرے ساتھ انصاف نہیں کیا جا رہا ہے۔ اس کے برعکس قوم نے میرے خلاف ایسا کر لیا ہے۔ اور میرا ساتھ چھوڑنے کی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ جو تمہارا جی چاہے کرو تمہیں اختیار ہے۔“

یہ مصائب کا زمانہ تھا مگر اس مصیبت کے دور میں بھی جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے ایمان میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ صنف نازک ہونے کے باوجود آپؑ کا دل نہ خوف زدہ ہوا اور نہ متزلزل ہوا۔ آپؑ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے شوہر کی نگہداشت اور رزقت میں کوئی کمی نہیں آنے دیں گی۔ انہیں مخالفین کا علم تھا۔ اور مظالم سے بھی واقف تھیں۔ مگر جیسے جیسے مصائب میں اضافہ ہوتا جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے ایمان میں پختگی اور پائے استقامت میں مضبوطی پیدا ہوتی گئی۔ اسی زمانے میں ایک بار سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر واپس آنے میں دیر ہو گئی تو جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا گھبراہٹ اور اضطراب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈنے نکل پڑیں۔

اسلام کی تبلیغ کسی طرح نہ رک سکی اور لوگ اسلام کی تعلیمات کی طرف تمام ظلم و ستم کے باوجود راغب ہوتے رہے اور کفار مکہ کو اندازہ نہ کیا کہ وہ اس طوفان کے سامنے بند نہیں

باندھ سکے تو قریش کے سردار جمع ہوئے اور وہاں انہوں نے ہوشم اور بنو عبدالمطلب کے مکمل مقابلہ کا فیصلہ کر لیا۔

شعب ابی طالب

قریش اسلام کی وسعت سے بہت خوف زدہ تھے۔ مسلمان حبشہ میں جا کر بہت اطمینان اور سکون سے تھے۔ یہ بات بھی قریش کے دلوں میں کدورت پیدا کر رہی تھی مختلف قبیلوں میں اسلام جریں پکڑ رہا تھا۔ ان تمام باتوں نے قریش کے ہوش اڑا دیئے تھے اور وہ دل ہی دل میں کہوں رہے تھے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے ان سب نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے غلات ایک معاہدہ کیا جس کے تحت انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے شادی بیاہ کے روابط نہیں رکھیں گے۔ اُن سے خرید و فروخت نہیں کریں گے۔ یہ معاہدہ انہوں نے ایک کاغذ پر لکھا اور سب نے مل کر اس معاہدے پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔ معاہدہ انہوں نے کعبہ میں رکھ دیا۔

اس کاغذ کے لکھنے والوں کے دو نام ملتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق لکھنے والا منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبدمناف

۱۔ تاریخ ابن خلدون، حصہ اول مطبوعہ نفیس اکیڈمی صفحہ ۵۵ (اردو ترجمہ)

بن عبدالدار بن قصی تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ معاہدے کو
 نصر بن الحارث نے لکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 اس شخص کے بارے میں بددعا کی تو اس کی چند انگلیاں بے کار ہو گئیں۔
 قریش نے جو معاہدہ کیا تھا وہ صرف باہمی گفت و شنید اور
 زبانی الفاظ تک محدود نہیں تھا۔ انہوں نے اس معاہدے کی
 تشکیل میں بہت غور و خوض اور اس کے عملی پہلوؤں کو مد نظر رکھا
 تھا۔ اس ظالمانہ فعل میں قریش کے بڑے بڑے سردار شریک تھے۔
 اُن کے لئے دو امر باعث تشریش تھے۔ اول یہ کہ نجاشی شاہ حبشہ
 نے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو پناہ دی تھی اور اپنی جانب سے حسن
 سلوک کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر بنو ہاشم اور بنو مطلب بھی جناب
 ابوطالب کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت پر
 آمادہ اور کمر بستہ تھے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے انہوں نے
 ان کے مقاطعے کا فیصلہ کیا تھا اور معاہدہ تحریری صورت میں کعبہ
 میں لٹکا دیا تھا۔ اس دستاویز میں انہوں نے باہمی عہد کیا تھا کہ
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں سمیت مشہر بدر کیا
 جائے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت پر کمر بستہ ہیں۔ انہوں
 نے ان سے ہر قسم کے سماجی تعلقات کے انقطاع کا فیصلہ کیا تھا۔
 خرید و فروخت پر پابندی عائد کی تھی اور یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس
 معاہدے پر اس وقت تک عمل کرتے رہیں گے جب تک کہ رسول

آرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوائج نہیں کیا جائے گا۔ ان لوگوں نے بنو ناسم اور بنو عبدالمطلب کو شہر سے باہر ایک گھائی میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا۔ یہ شعب ابی طالب، ابطل، بطحاء وغیرہ ناموں سے بھی معروف ہے۔ اسی بناء پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "الابطحی" بھی کہا جاتا ہے۔

ابولہب قریش کا حامی تھا اور اُس نے ان لوگوں کی مدد کی۔ اس کا کہنا تھا کہ اُس نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا تھا جنہوں نے لات وعزیٰ کو چھوڑ دیا تھا۔

اس موقع پر جب جناب ابوطالب نے اپنے خیالات کا اظہار اپنے اشعار میں کیا۔ انہوں نے کہا:

”ہمارے آپس کے تعلقات کے بارے میں بنی لویٰ کو یہ پیغام پہنچا دو اور بنی لویٰ میں سے بھی خاص کر بنی کعب کو سنا دو“ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا نبی پایا ہے کہ موسیٰ کی طرح گزشتہ کتابوں میں ان کا حال لکھا ہے۔

بندوں کا میلان محبت انہی کی جانب ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے لئے خاص کر دیا ہو اور تمہارا وہ نوشتہ جسے

سہ سیرت ابن ہشام، حصہ اول، مترجم مولانا عبد الجلیل صدیقی۔

تم نے چسپاں کیا ہے وہ تمہارے ہی واسطے منحوس ثابت ہو گا۔
 جس طرح لوح کی ادنیٰ کے بچے کی آواز۔ مٹی کھودے جانے سے
 پہلے اور جنہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا، وہ گناہ گاروں کی طرح ہو
 جانے سے پہلے ہوش میں آجائیں اور بیدار ہو جائیں۔

• چغلخوروں کی باتوں کی پیروی کر کے ہماری دوستی اور رشتہ
 داری کے اسباب، دوستی اور رشتہ داری کے بعد قطع نہ کرو۔
 بچے بعد دیگرے جنگ کے اسباب پیدا نہ کر دیکونکہ جنگ
 کی دھکیوں کا مزہ جس شخص نے بھی چکھا ہے اکثر اس نے اسے
 کرنا ہی محسوس کیا ہے۔

رب البیت کی قسم ہم وہ لوگ نہیں جو زمانے کی کسی مہربان
 سختی یا کسی تنگی کے سبب احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد
 سے دست کش ہو جائیں۔

• ہماری تمہاری گردنیں اور ہمارے تمہارے ہاتھ نساہی چمکتی
 ہوئی تلواروں سے کٹے ہیں اب تک کبھی ایک دوسرے سے جدا
 نہیں ہوئے۔

ایسے گتے ہوئے معرکوں میں بھی جہاں ٹوٹے ہوئے تیروں
 کے ٹکڑے پڑے مجھے نظر آئیں گے اور جہاں بھورے رنگ کے
 گدھ شراہیوں کے جھنڈوں کی طرح ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔

• جس کے نواح میں گھر دہڑاؤں پہلوانوں کی آوازوں سے غارتی

ادنیوں کا ایک ہنگامہ معلوم ہوتا ہے۔

کیا ہاشم ہمارا باپ نہ تھا جس نے اپنی قوت کو مستحکم کیا تھا اور اپنی اولاد کو نیزہ زنی اور شمشیر زنی کی نصیحت کی تھی۔

ہم جنگ سے بیزار ہونے والے نہیں یہاں تک کہ خود جنگ ہم سے بیزار ہو جائے۔ جو آیت بھی آئے ہم اس کے متعلق شکایت کرنے والے نہیں۔

لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہتھیار میں چھپے ہوئے بہادروں کی رو میں رعب اور خوف سے ارڑی جا رہی ہوں۔ اس وقت بھی ہم قابل حفاظت چیزوں کی حفاظت کے لئے غصے میں بھر جانے والے اور باوجود اس کے عقل سے کام لینے والے ہیں۔

شعب ابو طالب میں محصور ہونے کے بعد بنی ہاشم پر سخت مصیبت کا دور آیا۔ بچے بھوکے رہنے لگے۔ بچے بھوک سے اس قدر بے حال ہو جاتے کہ انہیں نیند بھی نہیں آتی تھی۔ مگر بنی ہاشم نے ہر قسم کی مصیبت پر صبر کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا اور وہ کسی طور مصالحت پر آمادہ نہیں تھے۔ ابو جہل جس کا اصل نام عمرو بن ہشام ہے بنو ہاشم کی اس مصیبت پر بہت شاداں تھا۔

وہ معاہدہ جس کے تحت بنی ہاشم کا مقابلہ کیا گیا تھا

ہ محرم میں نبوت کے ساتویں سال ہوا تھا۔ معتمر کے قول کے مطابق یہ ظالمہ تحریر حکیم کو لکھی گئی۔ شعب ابی طالب میں بنی شتم نے دو تین سال بہت سختی اور مصیبت کے گزارے۔ قریش نے اس قدر سختی کر رکھی تھی کہ کسی شخص کو شعب ابی طالب تک پہنچنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ ایک بار ابو جہل نے حکیم بن حزام کو دیکھا کہ وہ کچھ گیہوں لے کر جا رہے تھے۔ حکیم حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بھائی حزام کے صاحبزادے تھے۔ ابو جہل نے ان کا راستہ روک لیا اور کھانا لے جانے پر لڑائی کرنے لگا۔ اس دوران ابوالبختری وہاں آگیا۔ ابو جہل نے حکیم کے غلات بھڑکانے کے لئے ابوالبختری کو بتایا کہ بنی ہاشم کو کھانا کس طرح پہنچایا جا رہا ہے۔ ابوالبختری نے کہا کہ حکیم تو اپنی پھوپھی کا کھانا لے کر جا رہا ہے اسے مت روک۔ ابو جہل نہ مانا تو ابوالبختری نے اونٹ کے جبرے کی ہڈی سے ابو جہل کے سخت ضرب ماری۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ شعب ابی طالب میں محصور افراد کن سختیوں کو جھیل رہے تھے۔ اور قریش کی ناکہ بندی کس درجہ سخت تھی۔

۱۔ سیرت النبیؐ حصاد اول، شبلی نعمانی، طبع چہارم صفحہ ۲۲۵
۲۔ سیرت ابن ہشام، صفحہ ۳۵۵، اردو ترجمہ، از مولانا عبدالجلیل صدیقی۔

ایک روز جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے
 چچا جناب ابوطالب کو مزیدہ سنایا کہ اُس معاہدے کو جس کے
 تحت قریش نے ان کا مقاطعہ کیا تھا۔ دیمک چاٹ گئی ہے
 اور صرف وہ حصے رہ گئے ہیں جہاں جہاں اللہ کا لفظ لکھا
 ہوا تھا۔ جناب ابوطالب نے پوچھا۔
 ”کیا تمہارے پروردگار نے تمہیں اس امر سے مطلع کیا ہے؟“
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
 ”ہاں۔“

جناب ابوطالب نے کہا۔

”خدا کی قسم تم پر کوئی نفع یا ب نہیں ہو سکتا۔“

اس کے بعد ابوطالب قریش کے پاس گئے۔ انہوں نے قریش
 سے کہا کہ انہیں ان کے بھتیجے نے خبر دی ہے کہ معاہدے کو
 دیمک چاٹ گئی ہے۔ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے کہنے پر اس قدر یقین تھا کہ انہوں نے بیانگ دہل کہا۔
 ”اگر ایسا ہے تو تم اپنے مقاطعے سے باز آ جاؤ۔ اور اگر
 ایسا نہیں ہے تو میں بھتیجے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے
 سپرد کردوں گا۔“

قریش اس بات پر راضی ہو گئے اور جب اس تحریر کو
 دیکھا گیا تو سب کو شرمندگی ہوئی۔ کیونکہ جیسا آپ صلی اللہ علیہ

دآلہ وسلم نے فرمایا تھا سب کچھ بعینہہ ویسا ہی ہوا تھا۔

عام الحزن

شعب ابی طالب کی سختیوں نے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو بہت مضحل کر دیا تھا۔ آپ شعب ابی طالب سے نکلنے کے کچھ عرصے بعد اور بعض روایتوں میں تین دن بعد اور ہجرت سے تیل تقریباً ۶۵ برس کی عمر میں رحلت کر گئیں۔ آپ کی وفات ۱۰ رمضان سنہ نبوت کو ہوئی۔ اسی سال جناب ابو طالب کا انتقال بھی ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو "عام الحزن" یعنی غم کا سال قرار دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نہیں آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے متبرک ہاتھوں سے جاں نثار رفیقہ اور محمدؐ اسلام کو قبر میں اتارا۔ محزون میں آپ کا مدفن ہے۔ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے اپنی تالیف بذل القوۃ میں لکھا ہے۔

سنہ نبوت میں مشہور قول کے مطابق جناب ابو طالب

۱۔ طبقات ابن سعد در صالحات و صحایات، مطبوعہ نفیس ایڈیٹری صفحہ ۳۴
دار ترجمہ) سنہ عہد نبوت کے ماہ و سال از محمد ہاشم ٹھٹوی۔

کی وفات کے تین دن بعد صاعہ کے قول میں ابو طالب کی وفات سے ڈیڑھ مہینے پہلے اور بقول بعض ان کی وفات سے پچاس دن پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا ۶۵ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ۲۵ برس رہیں۔

ہاشم ٹھٹھوی نے ان کی وفات ۱۰ رمضان سنہ نبوت لکھی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی جراحہ کا بے حد قلق تھا اور واقعات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر بھر حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے لئے مملول رہے اور انہیں یاد کرتے رہے۔ ابن خلدون کے مطابق جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے اور ان کی وفات کے ۳۵ یا ۳۶ روز بعد حضرت ابو طالب نے رحلت کی ہے۔ ابن خلدون لکھتا ہے:-

۷۱ درحقیقت حضرت ابو طالب کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی ایذا نہیں پہنچا

۱۱ ابن خلدون حصہ اول مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۵۲ اور صفحہ ۵۳ دارود ترجمہ

لکھا تھا۔ ہر کام میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت
 کرتے تھے۔ مخالفین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت
 سے روکتے تھے۔ اسی طرح ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ
 سلام اللہ علیہا سے بھی آپ کو بے حد انس تھا۔ انہوں نے
 سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق
 کی تھی۔

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا۔

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے

اس امت کے نبی منتظر آپ ہی ہیں صرف آپ“

خدا کی قسم آپ کا رُواں بھی میلانہ ہوگا۔

آپ عزیزوں سے حسن سلوک کا برتاؤ کرتے ہیں

مہمان نوازی کرتے ہیں۔ غریبوں اور بے کسوں

کی مدد کرتے ہیں۔ ضرورت مندوں کی حاجت

پوری کرتے ہیں۔ مفلس اور بے سہارا لوگوں

کا بوجھ اٹھاتے ہیں ان کے کام آتے ہیں۔ خدا

آپ کو کبھی اور کسی حالت میں رسوا نہ کرے

گا۔

رُفائضہ بنت محمدؐ

از رئیس احمد جعفریؒ



مناقب

حضرت خدیج
سلام اللہ علیہ

مناقب حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے ۲۵ برس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں بسر کیے۔ بعض تاریخی کتب میں یہ مدت چوبیس سال اور بعض کتابوں میں اٹھائیس سال بتائی گئی لیکن پچیس برس پر عمومی اتفاق ہے۔ آپ کی وفات ہجرت سے قبل ہو گئی تھی۔ اور اس وقت تک نماز عام مسلمانوں پر فرض نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی نماز جنازہ کا حکم آیا تھا۔

جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے پچیس برس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس طرح بسر کیے کہ ان کی ہمہری تو بڑی بات ہے اس کی مثال بھی ملنا مشکل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے خلوص، ایمان اور خدمت گزاروں کا اعتراف تھا۔ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جس دسوزی کا اظہار کیا وہ قابل تحسین ہے۔ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اپنی مرضی سے کیا تھا اور پہلے ہی دن سے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبِ نبوت ہونے پر یقین تھا۔

آپ کی جانب سے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی محبت

خدمت گزاری، ہمدردی اور اخلاص کا اعتراف اس امر سے ملتا ہے کہ جب تک جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا رفیق حیات رہیں اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی۔ اس کی دوسری مثال امیر المومنین جناب علی ابن ابی طالب کی زندگی سے ملتی ہے۔ جناب علیؑ نے بھی جناب فاطمہؑ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں فرمائی اور اس کا گمان بھی ان کے قلب کو آلودہ نہ کر سکا۔ حالانکہ ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج تھا اور اسے کوئی بڑی بات بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اور نہ ہی اس عہد کی خواتین کے لئے سوکن کوئی بُرا لفظ تھا۔

تَصَدِیقِ نَبِیُّوٓتْ

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا سے تشریف لائے تو جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے اس واقعہ کی تفصیل سنا لی۔ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی بزرگی کے لئے یہ واقعہ دلیل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی ذکارت اور تصدیق حق کی

صلاحیت کا یقین تھا۔ اس موقع پر جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے تمام واقعہ سن کر جن خیالات کا اظہار فرمایا انہیں تاریخ کے صفحات نے محفوظ کر لیا ہے اور ایک ایک لفظ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی شخصیت کے بارے میں بتاتا ہے کہ ان کی ذات کو اپنے شوہر کی مکمل معرفت حاصل تھی اور وہ اس امر کا شعور کامل رکھتی تھیں کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات توحید الہی کی معرفت کا منارہ نور ہے اس موقع پر آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشفی دی اور کہا:

”خدا کی قسم! اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ آپ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ غریبوں اور ناداروں کی زحمت رفع کرتے ہیں۔ ضعیفوں اور کمزوروں کا بوجھ دور کرتے ہیں۔ مصیبت زدہ آپ کی اعانت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ آپ کو چھوڑ دے۔“

ایمان

جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے صحابیات، از نیاز فتح پوری (ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا)

کی ذات پر ایمان لانے میں سبقت کی۔ وہ دنیا میں پہلی مسلمان ہیں۔ یہ ایمان ان تمام امور پر بھی تھا جو خدا کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غم گزاری اور دل جوئی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ جب مخالفین اور دشمن آپ کے پیغام کو مستحق کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلاتے کے لئے گناہ میں ملوث ہوتے تھے تو ایسے مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملول اور افسردہ خاطر ہوتے تھے۔ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی ذات ان موقعوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دلاسہ دیتی تھی اور اس کلفت کو دور کرتی تھی جو دشمنوں کے رویے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر طاری ہو جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کی عظمت سے نادانف لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کا مذاق اڑانے کی جسارت کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان باتوں سے رنجیدہ ہو جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنج کو رفع کرنے والی ذات جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی تھی۔ جناب ابوطالب کی سینہ سپری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افسردگی دور کرنے کا باعث بنتی تھی۔

جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے روزِ اول ہی کہہ دیا تھا کہ "خدا کی قسم اس امت کے نبیٰ منتظر آپ ہی ہیں اور صرف آپ۔"

اذان

غور فرمائیے کہ خاتونِ اول جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے لبوں سے توحید و رسالت کی تصدیق و توثیق میں پہلی بار جو کلمہ طیبہ ادا ہوا وہ اس وقت سے لے کر قیامت تک کے لئے مسلمان ہونے کی گواہی بن گیا ہے۔ انہوں نے واضح الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننے کا اقرار کیا تھا۔ آج بھی اسلام کی پہلی شرط اُن کے ہی الفاظ میں خدائے تعالیٰ کی توحید کا اقرار اس وقت تک کامل نہیں پاتا جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو خدائے تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول تسلیم نہیں کیا جائے۔ اگر کوئی شخص تمام عمر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتا رہے اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہ لائے تو اس کے اقرارِ توحیدِ الہی سے اس کا اسلام ثابت نہیں ہوگا۔ اسلام کے دائرے میں آنے کے لئے توحیدِ باری تعالیٰ کے بعد رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار لازم ہے۔

عالمِ اسلام کی ہر مسجد میں اذان اسی کلمے کا اعادہ ہے۔

جو جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے لبوں سے ادا ہوا تھا۔ آپؐ کی زبان نے وہ الفاظ ادا کر دیے جن پر اللہ تعالیٰ نے پسندیدگی کی مہر لگا دی اور ان الفاظ کو ابد تک کے لئے حیات جاوید بخش دی۔ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے اخلاص سے بھرے دل نے اس شدت یقین اور کمال ایمانی کے ساتھ صداقت رسالت کی تصدیق کی تھی کہ یہ الفاظ اسلام کی پہچان کلمہ کی زینت، اذان کا جز اور ہر مسجد کی پیشانی پر چمکنے والے الفاظ کی شکل اختیار کر کے ہمیں جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی عظمت کی یاد دلاتے ہیں۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو ایک کھوکھلے مدتی کے گھر کی خوش خبری دیں۔ جس میں نہ شور ہے نہ تکلیف۔

جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو پروردگار کا سلام بھی پہنچا تھا۔ ظاہر ہے کہ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا تے جس اخلاص سے اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہوئے نبی کی خدمت کی تھی اور جس عجلت اور لہجہ سے ایمان لانے میں سبقت کی تھی اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے سلام یقینی امر تھا۔

ایک بار جبریل علیہ السلام جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو پروردگار کا سلام پہنچادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو جناب جبریل کا پیغام دیا اور اللہ تعالیٰ کا سلام انہیں پہنچایا۔

حبشہ کی ہجرت کے واقعہ کے بعد اہل مکہ نے اپنے ظلم و ستم میں بے حد اضافہ کر دیا تھا۔ وہ باہم مل جل کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف منصوبے بناتے تھے۔ عام مسلمانوں پر ان کے ظلم بے حد بڑھ گئے تھے۔ اس زمانے میں جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا بدستور مسلمانوں کی دشگیری اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غمگساری کے فرائض ادا کرتی تھیں۔ ان کے دل میں ہر لمحہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت اور امان کا خیال رہتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر گھر آنے میں دیر ہو جاتی تو آپ مضطرب اور بے چین ہو جاتی تھیں۔ اہل مکہ کے رویے دیکھ کر اور روزانہ کی خبریں سن کر جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں

لے مشکوٰۃ شریف، باب مناقب انداج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بے حد تشویش رہتی تھی۔ انہیں خدشہ تھا کہ اہل مکہ اپنی دشمنی میں اس قدر دیوانے ہو گئے ہیں کہ اُن سے خطرناک سے خطرناک اقدام کا امکان ہے۔ یہ بات جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے لئے بے چینی کا سبب تھی۔ اسی زمانے میں ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر آنے میں دیر ہو گئی۔ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا اس بناء پر بے حد پریشان ہوئیں۔ انہیں خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں ابو جہل اور اس کے ساتھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کسی خطرے کا باعث نہ بن گئے ہوں۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کے لئے نکل پڑیں۔ راستے میں جناب جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں ملے اور انہوں نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے آگاہ کیا تو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

”وہ جبریل تھے۔ انہوں نے تمہیں سلام کہا ہے اور تمہیں جنت کی خوش خبری دی ہے، جہاں سونے کے محل ہوں گے اور وہاں امن اور چین ہی چین ہوگا۔“

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں احادیث کی کتب

مشکوٰۃ، ترمذی، بخاری وغیرہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے بیان کردہ مناقب مستند حوالوں سے موجود ہیں۔

افضل ترین خاتون

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے خود رسول پاک
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے

• مریم بنت عمران ساری امت کی عورتوں میں بہتر

تھیں اور خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا بھی سب سے بہتر ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے روایت

ہے کہ جناب عائشہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں

میں سے جتنا رشک جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا پر

ہوتا تھا اتنا کسی اور پر نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ انہوں نے

جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو دیکھا بھی نہیں تھا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بکری ذبح

فرماتے تھے تو اس کے گوشت کے ٹکڑے کر کے جناب خدیجہ

سلام اللہ علیہا کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ ایسے مواقع پر

جامع ترمذی۔ مناقب حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

مشکوٰۃ شریف مناقب حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

مشکوٰۃ شریف مناقب حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہہ دیتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
کے خیال میں جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے سوا کوئی عورت
ایسی نہیں تھی۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے
مواقع پر جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی تعریف و توصیف کرتے
تھے۔ ان کے مناقب بیان کرتے تھے۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جناب
خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بطن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
اولاد ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام
جہانوں میں چار عورتیں تمہارے لئے کافی ہیں۔ مریم بنت عمران
خدیجہ بنت خویلد سلام اللہ علیہا، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اور آسیہ زوجہ فرعون۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب خدیجہ سلام اللہ
علیہا سے جو محبت تھی یہ اسی کا سبب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم ان تمام لوگوں سے خوش ہو کر ملتے تھے جنہیں جناب خدیجہ
سلام اللہ علیہا سے کوئی نسبت ہوتی تھی۔ ایک بار حسانہ آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسانہ سے بہت
مہربانی اور نرمی سے ملے۔ حسانہ کے جانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔
”یہ بڑھیا کون تھی؟“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”خدیجہ
سلام اللہ علیہا کی سہیلی۔ اسے خدیجہ سلام اللہ علیہا سے بہت محبت تھی۔“

ایک مرتبہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی بہن ہالہ رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے دروازے پر آکر آنے
کی اجازت مانگی۔ جیسے ہی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش مبارک
میں اُن کی آواز آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین ہو گئے اور فرمایا۔
”یہ تو بالکل خدیجہ سلام اللہ علیہا کی آواز ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہالہ ہیں۔“

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار بہت واضح
الفاظ میں جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی خدمات، اُن کے خلوص اور
دین حق سے محبت کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا۔

”خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اس وقت میری تصدیق کی جب
تمام قوم میری تکذیب کے درپے تھی۔ وہ اُس وقت مجھ پر ایمان
لائیں جب تمام لوگوں نے میری باتیں سننے سے انکار کر دیا تھا۔
انہوں نے اس وقت میرے سامنے اپنا مال و متاع پیش کیا جب
کوئی شخص مجھے ایک درہم بھی دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔“

”لے دائرہ معارف اسلام حصہ ہفتم حرف تہجی“ خ کے ذیل میں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں
 " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر بی حدیجہ کو
 یاد کرتے اور ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے کہہ دیا کہ
 وہ تھیں کیا؟ ایک بڑھیا اور بیوہ تھیں۔ خدا نے ان کے بدلے ان
 سے بہتر بیوی آپ کو دی۔ آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور
 فرمایا

"خدا کی قسم حدیجہ سے بہتر بیوی مجھے نہیں ملی وہ ایمان
 لائیں اس وقت جب سب کافر تھے۔ انہوں نے میری
 تصدیق کی اس وقت جب سب مجھے جھٹلا رہے تھے۔
 انہوں نے ساری دولت مجھ پر تیر بان کر دی"
 بی بی عائشہ کا بیان ہے کہ "اس دن کے بعد سے میں نے عہد کر لیا کہ آئندہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی بات نہ کہوں گی"
 (مسلمانوں کی مائیں از رازق الخیری)

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضرت حدیجہ سلام اللہ علیہا سے پہلے
 اسلام کی سعادت نہ کسی مرد کو نصیب ہوئی اور نہ کسی عورت کو۔
 (ابن اثیر)



اولاد

اولاد

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے مناقب میں اس امر کا اظہار بھی کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اُن ہی کے بطن سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابر و نعوذ باللہ کہتے تھے۔ مگر جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی ذات بابرکات کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو شکست دی اور انہیں رسوا کر دیا۔

جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بطن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو صاحبزادے ہوئے۔ جناب قاسم اور جناب عبداللہ۔ جناب قاسم کی دھم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو القاسم بھی کہلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں صاحبزادے نبوت سے پہلے ہی کم عمری میں وفات پا گئے تھے۔ جناب قاسم بیروں بیروں چلنے لگے تھے۔ ان کا استعمال مکے ہی میں ہو گیا تھا۔

صاحبزادیان

صاحبزادیوں کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف روایات ملتا ہے۔ علامتے اہل سنت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی صاحبزادیوں کی تعداد چار ہے۔ جناب زینب، جناب رقیہ، جناب ام کلثوم اور حضرت فاطمہ الزہراء۔ اس کے برخلاف شیعی راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ صاحبزادی جو جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بطن سے نکلتی تھیں صرف جناب فاطمہ الزہراء ہیں۔ شیعی رواد کے نزدیک جناب رقیہ، جناب ام کلثوم اور جناب زینب ربیبہ تھیں اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی نسبت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹیوں کی طرح عزیز تھیں۔

اس بات سے قطع نظر کہ اس ضمن میں تاریخی حقائق کیا ہیں اور تجزیہ نگار اپنے اپنے موقف کی تائید میں کیا کیا دلائل پیش کرتے ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ صرف جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ملتے ہیں متفق علیہ تاریخی حوالوں سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ الزہراء کے بارے میں جس تسلسل سے اور جذبہ شفقت کے ساتھ کلمات ادا فرمائے ہیں وہ کسی اور خاتون کے بارے میں نہیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

”جس سے بی بی فاطمہؑ خفا ہوں گی خدا بھی اس سے ناراض ہوگا اور جس سے بی بی فاطمہؑ خوش ہوں گی خدا بھی اس سے راضی ہوگا۔“
ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

فاطمہؓ مجھ سے ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے
اذیت دی۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی فرمایا ہے :-
"میں نے کسی کو فاطمہؓ سے افضل نہیں پایا سوائے ان کے
والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہؓ کو بشارت
دی تھی کہ وہ حنبت ہیں۔ تمام عورتوں کی سردار
ہوں گی۔

جناب فاطمہؓ کی ولادت ۶۰۶ء عیسوی، ثبوت سے ۵ سال
قبل ہوئی ہے۔ آپ کا نکاح جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے اپنے چچہ بھائی حضرت علیؓ بن ابی طالب سے فرمایا۔ اس وقت
آپ کی عمر بعض روایتوں کے مطابق پندرہ سال سے کچھ زیادہ اور
حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ اس طرح حضرت علیؓ
جناب فاطمہؓ سے عمر میں چھ سال بڑے تھے۔ شادی کی تقریب
۶۰۶ء ہجری میں منعقد ہوئی۔ جناب فاطمہؓ کی شادی کے موقع پر
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ نکاح پڑھا۔ آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ از رئیس احمد جعفری صفحہ ۹۶

”میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جو اپنی نعمتوں کے باعث خریف اور تحسین کا سزا دار ہے اور اپنی ذرریوں کے باعث عبادت اور پرستش کے لائق ہے۔ اس کی حکمرانی ہر جگہ قائم ہے۔ زمین اور آسمان پر اس کا حکم چلتا ہے۔ پھر اپنے احکام کے لئے انہیں آپس میں الگ الگ کیا اور اپنے دین کے ذریعہ انہیں سر بلندی عطا فرمائی اور اپنے نبی کے ذریعہ انہیں عظمت اور منزلت عطا فرمائی۔ بلاشبہ اللہ نے شادی کو ایک لازمی چیز قرار دیا ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ کے آخر میں فرمایا۔
 ”اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ کی شادی علیؓ سے کر دوں۔ پس میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے علیؓ کا نکاح فاطمہؓ سے چار سو مشقال چاندی کے عوض کر دیا ہے۔“

خطبے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دوزں کے درمیان حسن معاشرت اور اولاد صالح کی دعا مانگی۔ دعا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے کھجوریں لائی گئیں۔

جناب فاطمہؓ کے بارے میں سورہ احزاب میں آیہ تطہیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپؓ کی فضیلت کا ثبوت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر سے آتے تو سب سے پہلے جناب فاطمہؓ کے گھر تشریف لاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر جہت سے واپس

آتے تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرتے۔ پھر جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لاتے۔ اس کے بعد ادواجِ مطہرات کے گھر تشریف لے جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ کس سے محبت فرماتے تھے تو جناب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا۔

”عورتوں میں جناب فاطمہؑ اور مردوں میں جناب علیؑ سے۔“
حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے چھ ماہ بعد ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۹ سال تھی۔ آپ کی وفات ہوا بیتے ۳ رمضان سالِ ہجری کو ہوئی۔ آپ سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے جناب فاطمہؑ مجھ سے ملیں گی۔“

حضرت مریم سلام اللہ علیہا اپنے عہد کی سیدۃ النساء تھیں جب کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا رہتی دنیا تک سیدۃ النساء کے لقب سے سرفراز ہیں لہ

أَمْرُ الْمُؤْمِنِينَ

حضرت

خدیجہ الکبریٰ

تالیف

نیرندیم

ناشر

نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ، کراچی

14